ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۷۷ھ

۱۱ جولائی سنہ ۱۹۵۸ء

قیمت: ۵ آنے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ⊙ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ کی ایک مثال

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِیْ تَقَعُ فِی النَّارِ یَقَعْنَ فِیْهَا وَجَعَلَ یَحْجُزُهُنَّ وَیَغْلِبْنَهٗ فَیَقْتَحِمْنَ فِیْهَا فَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِیْهَا هٰذِهٖ رِوَایَةُ الْبُخَارِیِّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوُهَا وَقَالَ فِیْ اٰخِرِهَا قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلِیْ وَمَثَلُكُمْ اَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُوْنِیْ تَقَحَّمُوْنَ فِیْهَا متفق علیہ

ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری مثال اس شخص کی سی ہے۔ جس نے آگ روشن کی۔ پس جب آگ نے چاروں طرف روشنی پھیلا دی تو پروانے اور دوسرے وہ جانور جو آگ میں گرتے ہیں۔ آنے لگیں اور آگ میں گرنے لگیں۔ آگ روشن کرنے والے شخص نے ان کو روکنا شروع کیا۔ لیکن وہ نہیں رکتے اور اس کی کوششوں پر غالب رہتے ہیں۔ اور آگ میں گر پڑتے ہیں۔ اسی طرح میں بھی تم کو آگ میں پڑنے سے روکتا ہوں اور تم آگ میں گر پڑنے کی کوشش کرتے ہو۔ یہ روایت بخاری کی ہے اور مسلم نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ البتہ مسلم کی روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالکل ایسی ہی میری اور تمہاری مثال ہے۔ میں تمہاری قبروں کو پکڑے ہوئے ہوں۔ تاکہ تم کو آگ سے بچاؤں اور کہتا ہوں کہ دوزخ سے بچو اور میرے پاس چلے آؤ۔ لیکن تم مجھ پر غالب آتے ہو اور آگ میں جا پڑتے ہو۔

علم و ہدایت کی مثال

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَیْثِ الْكَثِیْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَیِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاَ وَالْعُشْبَ الْكَثِیْرَ وَكَانَتْ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً اُخْرٰى اِنَّمَا هِیَ قِیْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَّلَا تُنْبِتُ كَلَاً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِیْ دِیْنِ اللهِ وَنَفَعَهٗ مَا بَعَثَنِیَ اللهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاْسًا وَّلَمْ یَقْبَلْ هُدَى اللهِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ۔ متفق علیہ۔

ابو موسیٰ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مثال اس چیز کی جس کو عطا فرما کر مجھ کو خدا نے بھیجا ہے یعنے علم اور ہدایت مثل کثیر بارش کے ہے جو زمین پر ہوئی ہو۔ پس زمین کے ایک اچھے ٹکڑے نے پانی کو قبول کر لیا۔ یعنی جذب کر لیا اور خشک گھاس اس سے ہری ہو گئی اور بہت سی نئی گھاس کو اس نے پیدا کیا۔ اور زمین کا ایک ٹکڑا ایسا سخت تھا کہ پانی اس کے اوپر جمع ہو گیا اور اللہ نے اس سے لوگوں کو نفع پہنچایا۔ لوگوں نے اس کو پیا اور پلایا اور اس سے کھیتی کو سیراب کیا اور بارش کا یہ پانی ایک اور ایسے زمین کے ٹکڑے کو پہنچا جو چٹیل میدان تھا۔ نہ تو اس نے پانی کو روکا اور نہ گھاس کو اگایا پس یہ سب مثال ہے اس شخص کی جس نے علم دین کو سمجھا اور جو چیز خدا نے میری وساطت سے بھیجی تھی۔ اس سے اس نے نفع اٹھایا۔ پس اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ اور مثال ہے اس شخص کی جس نے علم دین کے لئے سر کو نہیں اٹھایا اور خدا کی جو ہدایت میرے ذریعہ سے پہنچی تھی۔ اس نے اسکو قبول نہیں کیا

کلام الٰہی میں اختلاف کی سزا

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ هَجَّرْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا قَالَ فَسَمِعَ اَصْوَاتَ رَجُلَیْنِ اخْتَلَفَا فِیْ اٰیَةٍ فَخَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعْرَفُ فِیْ وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِی الْكِتَابِ (رواہ مسلم)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز دوپہر کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس آپ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں۔ جو ایک متشابہ آیت میں جھگڑا کر رہے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف لائے۔

اس وقت آپؐ کے چہرہ پر غصہ کے آثار نمایاں تھے۔ پس فرمایا آپ نے کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ کتاب الٰہی میں اختلاف کرنے ہی کے سبب ہلاک ہوئے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا اِلٰى هُدًى كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا وَمَنْ دَعَا اِلٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا (رواہُ مسلم)

تبلیغ و ہدایت کا ثواب

ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص ہدایت کی دعوت دے یعنی کسی کو دین کے راستہ پر بلائے۔ اس کو اتنا ہی اجر ملیگا جتنا کہ اس کو جو اس کی پیروی اختیار کرے اور اس اطاعت گزار کے اجر میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا۔ اور جو گمراہی کی طرف بلائے اس کو اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا کہ اس کو جو اس کی اطاعت کریں اور ان کے گناہ میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا۔

ایمان مدینہ میں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاِیْمَانَ لَیَاْرِزُ اِلَى الْمَدِیْنَةِ كَمَا تَاْرِزُ الْحَیَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا متفق علیہا

ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ البتہ ایمان اس طرح مدینہ کی طرف سمٹ آئے گا جس طرح کہ سمٹتا ہے سانپ اپنے بل کی طرف

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۴ | جمعۃ المبارک ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۵۸ء | شمارہ ۹

ساہوکار بنک

اسلام دینِ فطرت اور مکمل ضابطۂ حیات ہے - یہ رشد و ہدایت کا ایک ایسا پیغام ہے جس کے تمام اوامر و نواہی کی غرض و غایت فقط انسانی فطرت کی تکمیل ہے - یہ اپنے متبعین کو کامل انسان بنانے کے لئے اعلےٰ اخلاق کی تعلیم دیتا ہے - اور ہر قسم کی بداخلاقی سے روکتا ہے - اگر موجودہ دور کا مسلمان اسلام کی تعلیم کو اپنا لیتا تو آج یہ دُنیا میں ایک بلند مقام کا مالک ہوتا - اور آخرت میں اس کو نجات کا سرٹیفکیٹ عطا کر دیا جاتا - لیکن اس کی بدقسمتی ہے کہ اس نے دینِ فطرت کی مخالفت میں ہی اپنی نجات سمجھی - اس نے کعبہ کی طرف رُخ کرنے کی بجائے ترکستان کی طرف رُخ کر لیا - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دُنیا میں ذلیل و خوار ہو گیا - آخرت کے متعلق اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس کا کیا حشر ہوگا - بظاہر آثار اچھے نہیں - ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اس مختصر شذرہ میں اسلام کے تمام اوامر و نواہی کے متعلق موجودہ دَور کے مسلمان کے معاندانہ رویہ کا ذکر کرنا مقصود نہیں - اس کے لئے تو ایک ضخیم کتاب کے صفحات بھی شاید کافی نہ ہوں - آج ہم صرف سود خوری کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں -

سود انسان کو بد اخلاق بنا دیتا ہے - سود خور میں انسانی ہمدردی نہیں رہتی - اس کو اپنا مال دوسرے انسان کی جان سے زیادہ پیارا ہوتا ہے - اِسی لئے اسلام نے سود کی سختی سے مخالفت فرمائی ہے - قرآن مجید میں سود کے متعلقہ احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ نے جنگ کا الٹی میٹم دیا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے - تمسک لکھنے والے والے اور گواہ بننے والے سب پر لعنت فرمائی ہے - مسلمانوں کی اکثریت اس لعنت میں گرفتار ہے - لعنت کے معنی ہیں اللہ تعالےٰ کی رحمت سے دوری - ملعون کے ہاں بظاہر سب کچھ ہوگا مگر دل کا چین اور سکون نہ ہوگا -

اتنی قباحت کے باوجود جمہوریہ اسلامیہ پاکستان میں سودی کاروبار کرنے والے ملکی اور غیر ملکی بنک بکثرت موجود ہیں - ہماری حکومت خود سودی کاروبار کرتی ہے - اس کے اپنے بنک موجود ہیں - یہ سود لیتی بھی ہے اور دیتی بھی ہے - پٹھان ساہوکار ان سب کے علاوہ ہیں - وہ بنیا سے بھی زیادہ خطرناک ہے - وہ پہلے تو سو روپیہ قرضہ دے کر دو سو روپیہ کا پرونوٹ لکھواتا ہے - اس پر سود در سود کی شرط کا اضافہ ہوتا ہے - اس کی وصولی کا طریقہ بھی دوسرے ساہوکاروں سے مختلف ہوتا ہے - وہ پہلے تو رعب سے وصول کرنے کی کوشش کرتا ہے - اکثر مقروض تو ڈر کر گھر کا ساز و سامان فروخت کر کے اس بلائے بے درماں سے گلو خلاصی کرانے کی کوشش کرتے ہیں - اگر یہ حربہ کارگر نہ ہو تو وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے -

ہماری بربادی کے لئے یہی کیا کم تھا کہ اب کچھ عرصہ سے نئے نئے قرضہ بنک کھولے جا رہے ہیں - جہاں زیورات پر سودی قرضے دیئے جاتے ہیں - ان بنکوں کے اشتہارات رسائل و اخبارات میں اور در و دیوار پر آپ کو نظر آئیں گے - معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان کو غریب سے غریب تر بنانے کے سامان ہیں -

حکومت یہ سب کچھ دیکھتی ہے مگر بالکل خاموش ہے - اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہیں - کہ ہماری حکومت کو عوام سے کوئی ہمدردی نہیں - ایسی حکومت عوام کے لئے بار ہوتی ہے - اس بار کو جتنی جلدی اُتار پھینکا جائے اتنا ہی بہتر ہے - اس کے لئے عوام کو انتخابات کے ذریعہ عنقریب موقعہ میسّر آنے والا ہے - اب یہ ان کا اپنا کام ہے کہ وہ اس موقعہ سے فایدہ اُٹھاتے ہیں یا اس کو ضائع کرتے ہیں -

اللہ تعالےٰ ان کو اس موقعہ سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین -

تحریکِ آزادیٔ کشمیر

کشمیر کا مسئلہ پاکستان کے لئے موت و حیات کا مسئلہ ہے لیکن ہمارے عوام کی بے حسی - سیاستدانوں کی بُزدلی اور حکومت کی اقوام متحدہ کے متعلق خوش فہمی نے اس کو ناقابلِ حل بنا دیا ہے - ہندوستان آہستہ آہستہ کشمیر پر اپنی گرفت مضبوط کر رہا ہے - پاکستان اقوام متحدہ پر تکیہ لگائے بیٹھا ہے - کہ وُہی اس مسئلہ کو پاکستان کے موقف کے مطابق حل کریگا - اقوام متحدہ میں روس ہندوستان کی ہر آڑے وقت میں مدد کرتا ہے اور پاکستان کے دوست ہر موقعہ پر اس کو دھوکہ دیتے ہیں - ان حالات میں اقوام متحدہ پر اعتماد کرنا سب سے بڑی غلطی ہے - ظاہر ہے کہ پاکستان کشمیریوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتا - ہر طرف سے مایوس ہو کر کشمیریوں نے اپنے ملک کو بھارتی اور ڈوگرہ درندوں سے آزاد کرانے کے لئے تحریک آزادی کشمیر شروع کی - مقبوضہ کشمیر میں شیخ محمد عبداللہ اور آزاد کشمیر میں چوہدری غلام عباس کی قیادت میں یہ تحریک شروع ہوئی - دونوں گرفتار ہو چکے ہیں - لیکن تحریک جاری ہے - اور اس میں دن بدن عوام کی دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے - ہمیں یقین ہے

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نعت

(از جناب عبدالحمید صاحب شوق بورسٹل انسٹی ٹیوشن لاہور)

اے وہ کہ تُو ہے باعثِ تخلیقِ کائنات
تیرا وجود خالقِ ہنگامۂ حیات

رکھتا ہے تُو وہ غازۂ اخلاقِ فاضلہ
پُر نُور جس سے ہوگیا رخسارِ کائنات

تیرا وجود منبعِ انوارِ زندگی
صیقل ہے جس سے دہر کا آئینۂ حیات

تُو نے کیا جو رازِ حقیقت کو آشکار
رنگ اُڑ گیا زِ چہرۂ دیوِ توہمات

دونوں جہاں کی رحمتیں تیرے وجود سے
دونوں جہاں کی آفتیں تیرے کرم سے مات

نورانیت سے ہوگئیں معمور شش جہات
ظلمانیت سے ہوگئی آفاق کو نجات

تیرا وجود باعثِ وصلِ خدا و انس
اے مظہرِ صفاتِ خُداوندِ کائنات

تیرے کرم سے مٹ گئے آلامِ روزگار
تیری نظر سے ہوگئی آفات کی ممات

اطوارِ دلنشین میں لاکھوں کرامتیں
گفتارِ بہترین میں صدہا ہی معجزات

جو خود نما تھے کردیا ان کو خدا نما
تیرے کرم سے پا گئے عصیاں سے وہ نجات

مُدّت سے شوق رنج و محن کا شکار ہوں
محبوبِ کردگار! ذرا چشمِ التفات

صلی اللہ علیہ وسلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۱۵ر ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۴ جولائی ۱۹۵۸ء

(۱) مومن کیلئے دُنیا میں سب سے بڑا خوشی کا دِن

(۲) اِنسان کے لئے دُنیا میں سب سے بڑا غم کا دِن

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

تمہید

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اَمَّا بعد!

برادرانِ اسلام۔ انسان کے دُنیا میں قدم رکھنے کے بعد اور دُنیا سے آخری سانس لے کر رُخصت ہونے (یعنی مرنے) کے وقت تک اس پر دو حالتیں گزرتی رہتی ہیں۔ اور ان دو حالتوں کے سوا انسان کبھی تیسری حالت میں مبتلا نہیں ہوا۔ اور وہ دو حالتیں خوشی اور غم ہیں۔ امیر ہو یا غریب۔ شاہ ہو یا گدا۔ عورت ہو یا مرد۔ بچّہ ہو یا بوڑھا۔ حاکم ہو یا محکوم۔ آقا ہو یا غلام۔ یہ سب کے سب زندگی کے ہر منٹ ہر آن میں انہیں دو حالتوں سے گزر رہے ہوتے ہیں۔

مثلاً

شیرخوار بچّہ ابھی سخت رو رہا ہے کہ بھوک لگی ہوئی تھی۔ ماں نے اس کے رونے کی علّت کو سمجھ لیا۔ چھاتی سے لگا کر دُودھ پلا دیا۔ پیٹ بھر گیا۔ تو ہنسنے لگ گیا۔ ابھی وہ شیرخوار بچّہ پیٹ میں درد کے باعث سخت رو رہا تھا ماں نے کوئی دوائی پلا دی۔ درد سے آرام آگیا۔ اور چین سے سوگیا۔ بہر حال یہ چیز ثابت ہو گئی۔ کہ شیرخوار بچّہ بھی انہیں دو حالتوں اور (خوشی اور غم) سے علی سبیل التبدیل گزرتا رہتا ہے۔

خوشی اور غم کے درجے

یہ چیز بھی پیش نظر رہے۔ کہ خوشی اور غم کے غیر متناہی (بے انتہا) درجے ہیں۔ جن کی صحیح تعیین اللہ تعالےٰ ہی کو معلوم ہوسکتی ہے۔ البتہ ہم ان کے عقلی طور پر تین درجے قائم کرسکتے ادنےٰ۔ اوسط۔ اعلیٰ۔

خوشی میں تینوں قسموں کی مثال

مثلاً مرغی پندرہ انڈوں پر بٹھائی ہوئی تھی۔ خدا کی قدرت پندرہ ہی سے پندرہ بچّے نکل آئے۔ بڑی خوشی ہُوئی۔ یہ ادنےٰ درجہ کی خوشی ہے۔ یا مثلاً ہماری گائے نے بچھیا دی۔ اور گائے روزانہ دس سیر دودھ دیتی ہے۔ اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ یہ خوشی پہلے نمبر کی خوشی سے بہت زیادہ ہے۔ اس کے بعد ہماری بیوی نے بیٹا جنا۔ اس بیٹے کے پیدا ہونے کی اتنی خوشی ہو گی۔ کہ پہلی دو قسم کی خوشیاں اس خوشی کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ان تینوں درجوں کی وضاحت کے لئے لاکھوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

غمی میں تینوں درجوں کی مثال

مثلاً ہماری مرغی کا ایک چھوٹا سا بچہ چیل لے گئی۔ یہ واقعہ ہے کہ اس نقصان کا یقیناً غم ہوگا۔ اس کے تیسرے دن فرض کر لیجئے۔ کہ گائے مرگئی۔ اس کے مرنے کا غم اس پہلے قسم کے غم سے کئی گنا زیادہ ہوگا۔ خدا کی قدرت اس دن بمشکل گزرے تھے کہ ایک شخص کا ایک ہی ۱۴ سالہ بیٹا تھا۔ اور وُہ مرگیا۔ یہ تیسرے درجے کا صدمہ اور غم ایسا ہے کہ پہلے دونوں قسموں کے غم اس کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

خطبہ کے آخر میں بطور سب سے بڑا غم

جو یہ عاجز پیش کرنے والا ہے وہ ایسا غم ہے۔ کہ اگر کسی انسان کے فرض کر لیجئے بیس جوان بیٹے بھی مرجائیں تو اس کو اتنا صدمہ اور غم نہیں ہوگا۔ جتنا کہ وہ سب سے بڑا غم ہوگا۔ اللھم احفظنا عنہ

نمبر اوّل

مومن کیلئے سب سے بڑا خوشی کا دن

(یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ۝ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً ۝ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ۝ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ۝)

سورہ الفجر پارہ ۳۰

(ارشاد ہوگا) اے اطمینان والی رُوح اپنے رب کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی + بعض روایات میں صراحتاً یہ آیا ہے۔ کہ مومن کو وفات کے وقت یہ خوشخبری دی جائے گی۔ اللھم اجعلنا منھم

کیوں

اس عاجز نے جو یہ لکھا ہے کہ سب سے بڑی خوشی کا دن یہ ہوگا۔ جس دن نفس مطمئنہ والے مومن کو یہ پیغام اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس وقت نصیب ہوگا جس دن وہ اس فانی زندگی سے ابدی اور دائمی زندگی کی طرف کوچ کر رہا ہوگا۔ تو اسے یہ پیغام دیا جائے گا۔ اور جس شخص کو یہ پیغام ایک دفعہ مل چکا۔ وہ آئندہ ابدی اور دائمی زندگی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خوشحال رہے گا۔ اس شخص پر کبھی رنج و الم ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں آئے گا۔ اس سے بڑھ کر اور کون سی بڑی خوشی ہوسکتی ہے۔

نفس کی تین حالتیں

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ محققین

نے لکھا ہے۔ کہ آدمی کا نفس ایک چیز ہے۔ لیکن اس کی تین حالتوں کے اعتبار سے تین نام ہوگئے ہیں۔ اگر عالم علوی کی طرف مائل ہو۔ اور اللہ کی عبادت و فرمانبرداری میں اس کو خوشی حاصل ہوئی۔ اور شریعت کی پیروی میں سکون اور چین محسوس کیا اس نفس کو مطمئنہ کہتے ہیں۔ یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (الفجر) اور اگر عالم سفلی کی طرف جھک پڑا۔ اور دنیا کی لذات و خواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف رغبت کی۔ اور شریعت کی پیروی سے بھاگا۔ اس کو "نفس امارہ" کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو برائی کا حکم کرتا ہے۔ "وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ" یوسف رکوع ۷ اور اگر کبھی عالم سفلی کی طرف جھکتا اور شہوۃ و غضب میں مبتلا ہوتا ہے اور کبھی عالم علوی کی طرف مائل ہوکر ان چیزوں کو برا جانتا ہے۔ اور ان سے دور بھاگتا ہے۔ اور کوئی برائی یا کوتاہی ہو جانے پر شرمندہ ہوکر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے۔ اس کو "نفس لوامہ" کہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "آدمی کا جی اول کھیل میں اور مزوں میں غرق ہوتا ہے۔ ہرگز نیکی کی طرف رغبت نہیں کرتا۔ ایسے جی کو "امارۃ بسوء" کہتے ہیں۔ پھر ہوش پکڑا۔ نیک و بد سمجھا تو باز آیا۔ کبھی "غفلت ہوئی تو" اپنی خو پر دوڑ پڑا پیچھے کچھ سمجھ آئی تو اپنے کئے پر پچھتائے اور ملامت کرنے لگا۔ ایسا نفس "جی" لوامہ کہلاتا ہے۔ پھر جب پورا سنور گیا۔ دل سے رغبت نیکی ہی پر ہوگئی۔ بیہودہ کام سے جو خود بخود بھاگنے لگا۔ اور بدی کے ارتکاب بلکہ تصور سے تکلیف پہنچنے لگی وہ نفس "مطمئنہ" ہوگیا۔ اور بتغییر یسیر یہاں نفس لوامہ کی قسم کھاکر اشارہ فرمادیا کہ اگر فطرت صحیح ہو تو خود انسان کا نفس دنیا ہی میں برائی اور تقصیر پر ملامت کرتا ہے۔ یہی چیز ہے جو اپنی اعلیٰ اور اکمل ترین صورت میں قیامت کے دن ظاہر ہوگی۔

رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

اس سے پہلے نفس مطمئنہ کے متعلق کافی تفصیل عرض کی جاچکی ہے کہ نفس مطمئنہ والے حضرات کس قسم کے ہوتے ہیں۔ انہیں حضرات کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ پیغام بھی موت کے وقت ملے گا۔ "اپنے رب کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ یعنی اب ہر قسم کے جھگڑوں اور خرخشوں سے یکسو ہوکر راضی خوشی اس کے مقام قرب کی طرف چل۔

فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

نفس مطمئنہ والے حضرات کو بعض حضرات مفسرین کا خیال ہے کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت یہ خوشخبری بھی سنا دیجائیگی "عنوان والی آیت کا ترجمہ بس میرے بندوں میں شامل ہو۔ اور میری جنت میں داخل ہو۔" اور اس کے مخصوص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو۔ اس کی عالیشان جنت میں قیام کر" اگر یہ خوشخبری قیامت کے دن دی جانے والی ہے۔ پھر تو قیامت کے دن کے بعد جنت کا داخلہ فوراً نصیب ہو ہی جائے گا۔ اور اگر بعض حضرات مفسرین کے خیال کے مطابق دنیا سے رخصت ہوتے وقت یہ خوشخبری سنائی جائے گی۔ تو پھر جنت کے داخلہ کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ آپ کو جنت میں داخل ہونے کا حق ابھی سے عطا کر دیا گیا ہے۔ تاکہ یہ فرمان ان حضرات کے لئے فرحت دوبالا کا موجب بن جائے۔ واللہ اعلم بمرادہ و اسرار کتابہ

نفس مطمئنہ والے حضرات کو اطمینان کی نعمت کیسے نصیب ہوئی

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا اعلان ہے
(الا بذکر اللہ تطمئن القلوب)
سورہ الرعد رکوع ۴ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ خبردار اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں۔

ذکر اللہ سے مراد

نمبر اول قرآن مجید

(اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ)
سورہ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴

ترجمہ۔ ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے اور بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ " یعنی تمہارا استہزاء و تعنت اور قرآن لانیوالے کی طرف جنون کی نسبت کرنا قرآن یا حامل قرآن پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوسکتا یاد رکھو اس قرآن کے اتارنے والے ہم ہیں۔ اور ہم ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ جس شان اور ہیئت سے وہ اترا ہے۔ بدوں ایک شوشہ یا زیر زبر کی تبدیلی کے چاردانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا۔ اور قیامت تک ہر طرح کی تحریف لفظی اور معنوی سے محفوظ و مصئون رکھا جائے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے۔ مگر اس کے اصول و احکام کبھی نہ بدلیں گے۔ زبان کی فصاحت و بلاغت اور علم و حکمت کی موشگافیاں کتنی ہی ترقی کر جائیں پر قرآن کی صوری و معنوی اعجاز میں اصلا ضعف و انحطاط محسوس نہ ہوگا۔ قومیں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے یا گم کر دینے میں ساعی ہونگی۔ لیکن اس کے ایک لفظ کو گم نہ کر سکیں گی۔ حفاظت قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدہ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہوکر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب و مغرور مخالفوں کے سر نیچے ہوگئے۔ میور کہتا ہے جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں۔ جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔ ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے کہ ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہٖ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسے مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں۔ واقعات بتلاتے ہیں۔ کہ ہر زمانہ میں ایک جم غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے۔ ایسا رہا کیا۔ جس نے قرآن کے علوم و مطالب اور غیر منقضی (نہ ختم ہونے والے) عجائب کی حفاظت کی کاتبوں نے رسم الخط کی۔ قاریوں نے طرز ادا کی۔ حافظوں نے اس کے الفاظ و عبارت کی وہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آج تک ایک زیر زبر تبدیل نہ ہوسکا۔ کسی نے قرآن کے رکوع گن لئے۔ کسی نے آیتیں شمار کیں۔ کسی نے حروف

کی تعداد بتلائی - حتّٰی کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک ایک نقطہ کو شمار کر ڈالا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے عہد مبارک سے آج تک کوئی لمحہ اور کوئی ساعت نہیں بتلائی جا سکتی - جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد حفاظِ قرآن کی موجود نہ رہی ہے - خیال کرو - آٹھ دس سال کا ہندوستانی بچّہ جیسے اپنی مادری زبان میں دو تین جُز کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے وہ ایک اجنبی زبان کی اتنی ضخیم کتاب جو متشابہات سے پُر ہے - کس طرح فرفر سُنا دیتا ہے - پھر کسی مجلس میں ایک بڑے با وجاہت عالم و حافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے یا اعراب کی فروگزاشت ہو جائے تو ایک بچّہ اس کو ٹوک دیتا ہے - چاروں طرف تصحیح کرنے والے للکارتے ہیں - ممکن نہیں - کہ پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں - حفظ قرآن کے متعلق یہ ہی اہتمام و اعتناء عہدِ نبوّت میں سب لوگ مشاہدہ کرتے تھے - اسی کی طرف " وانا لہ " لحٰفظون " فرماکر اس وقت کے منکرین کو توجہ دلائی -"

جادو وُہ جو سر چڑھ کر بولے

برادرانِ اسلام - منصف مزاج محقق عیسائیوں کے خیالات متعلقہ حفاظت قرآنجید کے آپ نے ملاحظہ فرمائے - کہ باوجود غیرمسلم ہونے کے بعد پورے وثوق اور یقین کے ساتھ اعلان کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کے پاس یہ قرآن مجید وہی ہے - جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبان مبارک کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے انہیں عطا فرمایا تھا -

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

سورۃ الرعد رکوع ۴ پارہ ۱۳

ترجمہ - خبردار اللہ کے ذکر ہی سے دل تسکین پاتے ہیں -

مسلمانوں کے لئے اس اللہ تعالےٰ کے ذکر سے اطمینان حاصل ہونے کی اور معنی ہے - کہ قرآن مجید پر ایمان لانے کی برکت سے جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں - تو ان کے دلوں میں ایک اطمینان اور سرور کی لہر دوڑ جاتی ہے - اس کا ایک باعث بھی ہے - وہ یہ کہ یہ قاعدہ ہے کہ انسان جب پردیس میں جائے تو وہاں کی بولی اور ہوتی ہے - اگر اس ملک میں اس کے دیس کی کوئی بولی بولنے والا کوئی آدمی مل جائے تو وہ اُس شخص کو بڑا ہی پیارا لگتا ہے - بعینہٖ اسی طرح قرآن مجید کا معاملہ خیال فرما لیجئے - انسان کی رُوح عالمِ ملکوت سے آئی ہوئی ہے - اور قرآن مجید عالم ہوت سے نازل شدہ ہے لہٰذا عالم ملکوت کے باشندوں کو عالم لاہوت کی اشیاء سے بہت زیادہ مناسبت ہے لہٰذا اگر انسان کے اندر ایمان کامل موجود ہو - تو قرآن مجید سُننے سے ایسا محظوظ ہوگا - جس طرح بانسری کی آواز پر سانپ جھومتا ہے - میرا خیال ہے - کہ غیر مسلم منصف مزاج لوگوں کو بھی قرآن مجید سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے - اس کا سبب یہ ہے - کہ آج کل ساری دُنیا میں کسی قوم کے پاس آسمانی کتاب موجود نہیں ہے - ہاں اگر آسمانی کتاب موجود ہے - تو وہ فقط قرآن مجید ہے - جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے - اور اس قرآن مجید میں انسان کے ہر شعبۂ حیات کے لئے مکمل ضابطۂ حیات موجود ہے - اخلاق ہوں یا معاشرت - اقتصادیات ہوں یا سیاسیات - اور قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا اعلان ہے - " تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا " سورہ الانعام رکوع ۱۴ پارہ ۸

ترجمہ - اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں -

لہٰذا

منصف مزاج غیر مسلموں کو بھی قرآنجید کو دیکھنے اور پڑھنے سے اطمینان قلب حاصل ہوگا - کہ اگر کہیں دُنیا میں صحیح راہنمائی ہے تو فقط قرآن مجید میں ہے -

اور سچے مسلمان کے لئے قرآن مجید تو ایک بہت بڑی چیز ہے فقط ایک لفظ " اللہ " کا بھی اطمینانِ قلب کے لئے کافی اور شافی ہے

یہ عاجز ایک گنہگار انسان ہے - اپنے تمام احباب سے استدعا کرتا ہوں - میرے حق میں دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے میرے گناہوں پر پردہ ڈال کر میرا ہر گناہ معاف فرما دے اور خاتمہ ایمان کامل پر فرما دے - آمین یا الٰہ العالمین -

اللہ تعالےٰ کے نام کی تاثیر

جب مَیں اپنے بزرگوں کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کسی شخص کو " اللہ " کا پاک نام تلقین کرتا ہوں - چند ہی روز کے بعد جب وہ شخص میرے پاس واپس آتا ہے تو مَیں اس سے سوال کیا کرتا ہوں - کیا " اللہ " کا جب ذکر کرتے ہو تو دل میں اطمینان اور تسکین حاصل ہوتی ہے - عام طور پر یہی جواب دیتے ہیں جی ہاں - الحمد للہ ذکر الٰہی سے دل میں اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے - شاید ہی سو میں سے کوئی دو تین آدمی ایسے بھی ہوں جن کو اپنے گناہوں کی شامت کے باعث یہ نعمت نصیب نہ ہوتی ہو -

متبعین شیطان اور ان کے لئے جہنّم کا وعید

(قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ○ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ) سورہ الحجر رکوع ۳ پارہ ۱۴

ترجمہ - کہا - اے میرے رب جیسا تُو نے مجھے گمراہ کیا ہے - البتہ ضرور ضرور مَیں انہیں ان کے گناہوں کو مرغوب کر کے دکھاؤں گا - اور ان سب کو گمراہ کروں گا - سوائے تیرے ان بندوں کے جو ان میں مخلص ہوں گے - فرمایا - یہ راستہ مجھ تک سیدھا ہے - بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ بھی بس نہیں چلے گا - مگر وہ جو گمراہوں میں سے تیرا تابعدار ہوا - اور بے شک ان سب کا وعدہ دوزخ پر ہے -

نمبر ۲

انسان کے لئے دُنیا میں سب سے بڑا غم کا دن

وہ ہے جب اسے کہا جائے گا - حدیث شریف میں ہے - ایتھا النفس الخبیثۃ اخرجی الی سخط من اللہ -

ترجمہ - اے خبیث نفس اللہ کے غضب

کی طرف نکل + پھر وہ رُوح اس کے
بدن میں پھیل جاتی ہے۔ پھر بڑی مشکل
سے کھینچ کر نکالی جاتی ہے + جب اس
کی رُوح کو اے خبیث نفس کہہ کر بدن
سے نکالا جارہا ہے۔ اس سے بڑھ کر اس شخص
کیلئے اور کونسا بڑا غم اور اس سے بڑھ کر اور کون
سی بڑی بدنصیبی ہوسکتی ہے۔ اور پھر اسکے بعد شیطان
کے تابعداروں کیلئے دوزخ کی سزا کا اعلان کیا
جاچکا ہے۔ اور اس دوزخ سے نکلنے کی
کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

شیطان کی طرف سے اپنی براءۃ کا اعلان

قیامت کے دن جب شیطان کے
تابعداروں کے حق میں دوزخ میں داخل
ہونے کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اب میدانِ
محشر میں آکر ایک تقریر کریگا۔ جس میں
اپنی جماعت سے اپنی
بیزاری کا اعلان اور اُلٹا انہیں لوگوں
کو مجرم قرار دے گا۔ جو اس کے پیچھے
میں آکر اپنی آخرت برباد کر چکے ہیں۔
اعلان یہ ہے (وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ
الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ
فَاَخْلَفْتُكُمْ ط وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ
اِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ج فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ
وَلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ ط مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا
اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ط اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَا اَشْرَكْتُمُوْنِ
مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ٥)

سورہ ابراہیم رکوع ۴ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ اور جب فیصلہ ہو چکیگا تو شیطان کہے گا
کہ بیشک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا۔ اور میں نے بھی تم
سے وعدہ کیا تھا۔ پھر میں نے وعدہ خلافی کی اور
میرا تم پر اس کے سوا کوئی زور نہ تھا
کہ میں نے تمہیں بُلایا۔ پھر تم نے میری
بات کو مان لیا۔ پھر مجھے الزام نہ دو۔
اور اپنے آپ کو الزام دو۔ نہ میں تمہارا
فریاد رس ہوں۔ اور نہ تم میرے فریاد رس
ہو۔ میں خود تمہارے اس فعل سے
بیزار ہوں۔ کہ تم اس سے پہلے مجھے
شریک بناتے تھے۔ بیشک ظالموں کے
لئے دردناک عذاب ہے۔

شیطان کے پنجے سے بچنے کی فقط ایک تدبیر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع

(قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥) سورہ آل عمران رکوع ۴ پارہ ۳

ترجمہ۔ کہہ دو اگر تم اللہ کی محبت رکھتے
ہو تو میری تابعداری کرو۔ تاکہ تم
سے اللہ محبت کرے۔ اور تمہارے
گناہ بخش دے۔ اور اللہ بخشنے والا
مہربان ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ شیطان کے پنجے سے بچنے
کے لئے فقط ایک ہی تدبیر ہے۔ اور
وہ یہ ہے کہ ہر عمل حیات (معتقدات
ہوں یا اعمال ہوں) میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی تابعداری کو ملحوظ رکھا
جائے۔ سرمو بھی آپ کے نقش قدم
سے ہٹنے نہ پائیں۔

دونوں ہی متبع شریعت محمدیہ ہوں

اللہ تعالےٰ کے دین کی نشرواشاعت
کرنے والے دو ہی قسم کے حضرات
نظر آتے ہیں۔ علماء کرام (عملی رنگ
میں) اور صوفیائے عظام (باطن کی اصلاح
کے رنگ میں) ان دونوں قسم کے حضرات
میں سے جو شخص کتاب و سنت کا
متبع ہو۔ فقط اس کے ساتھ تعاون
کیا جائے۔ اور اسی کو مقتدیٰ مانا جائے۔
اور اس قسم کے حضرات کی صحبت کو
اپنے حق میں اکسیر سمجھا جائے۔ وَمَا
عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ۔

لاپرواہی سے ہرگز نہ ٹالا جائے

برادرانِ اسلام۔ حق گو۔ حق پرست۔
اشاعت حق (یعنی کتاب و سنۃ) کرنے
والے عالم کی آواز کو لاپرواہی سے
ہرگز نہ ٹالا جائے۔ بلکہ دل کے کانوں
سے سُنا کیجئے۔ اور لوح دل پر ان کے
الفاظ لکھ لیا کیجئے۔ اور ان کے الفاظ
کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کیا کیجئے۔
تاکہ ان کی نصائح پر عمل کرنے کے
باعث آپ کی نجات ہو جائے۔ اور
دوزخ سے بچ کر جنت میں پہنچ جائیں۔

ورنہ

اگر آپ نے پیغام حق پہنچانے والے
علماء کرام کی آواز کو لاپرواہی سے ٹال
دیا۔ اور قیامت کے دن گناہوں کی
شامت کے باعث جب ایسے لوگوں کو
دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔
(اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا
تُكَذِّبُوْنَ ٥ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا
وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ٥ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا
فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ٥ قَالَ اخْسَئُوْا
فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ٥)

سورہ المؤمنون رکوع ۶ پارہ ۱۸

ترجمہ۔ کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں
سُنائی جاتی تھیں۔ پھر تم انہیں جھٹلاتے
تھے۔ کہیں گے۔ اے ہمارے رب ہم
پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی۔ اور
ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے رب ہمارے
ہمیں اس سے نکال دے۔ اگر پھر کریں
تو بیشک ظالم ہونگے۔ فرمائے گا۔ اس
میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو۔ اور مجھ
سے نہ بولو۔
وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ
مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

بقیہ لوازمات فقراء صفحہ ۱۶ سے

۱۱۔ اور ہمیشہ اللہ تعالےٰ کے انتقام
کا خوف رکھنا جو غیب کا جاننے
والا ہے۔
۱۲۔ اور ہمیشہ اپنی نیکیوں کو اگرچہ وہ
بہت ہی کیوں نہ ہوں۔ کم خیال کرنا
۱۳۔ اور ہمیشہ اپنی بدیوں کو خواہ کم
ہی ہوں زیادہ خیال کرنا۔
۱۴۔ اور ہمیشہ مخلوقات میں نیکوکاری
کے باعث مشہور ہونے اور مقبول بننے
سے ڈرتے اور کانپتے رہنا (یعنی شہرت
پسند نہ بننا)

حدیث۔ کسی شخص کے لئے کیا
یہ بُرائی کم ہے کہ دین یا دُنیا (کے کسی
معاملہ) میں انگشت نما بن جائے۔ مگر جسے
اللہ تعالےٰ اپنی پناہ میں رکھے۔
(یعنی انگشت نمائی سے بچنا چاہیئے
اور شہرت کی خواہش نہ رکھنی چاہیئے۔
تاکہ نفس مغرور نہ ہو جائے۔ اسی لئے
گمنامی میں سلامتی ہے)

ضروری اطلاع

۱۔ خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ
ضرور دیں۔
۲۔ سرخ نشان اس بات کی اطلاع ہے کہ
چندہ ختم ہے
۳۔ ایجنٹ حضرات بل کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔
۴۔ ترسیل زر بنام مینجر ہفت روزہ خدام الدین
شیرانوالہ دروازہ کی جائے۔
۵۔ پرچہ نہ ملنے کی اطلاع فوراً آنی چاہیئے
ورنہ تعمیل نہ ہوگی

مجلسِ ذکر: منعقدہ جمعرات ۴ار ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۳ر جولائی ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى

اَمَّا بَعۡدُ :۔ مَیں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ یہ اجتماع اُن اللہ کے بندوں کے لئے ہوتا ہے۔ جن کو شوق ہے کہ اللہ تعالےٰ اُن کو رُوحانی بیماریوں سے شفایاب فرماکر دُنیا سے اُٹھائے۔ اگر خدانخواستہ امراضِ رُوحانی سے شفا نہ ہُوئی تو مرنے کے بعد قبر دوزخ کا گڑھا بن جائے گی۔ دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو امراضِ رُوحانی سے شفایاب ہو کر دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب القول الجمیل میں فرماتے ہیں کہ وہ شخص خلق اللہ کی اصلاح کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جس نے مدت ہائے مدیدہ تک اپنے بزرگوں کی صحبت میں رہ کر اپنی اصلاحِ حال کرائی ہو مَیں تو بہت گنہگار ہوں۔ اللہ تعالےٰ میرے دونوں مربیوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین اُن کے حکم کی تعمیل میں مَیں کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اصلاحِ حال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مَیں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں اس کو اگر آپ گوشِ ہوش سے سُنیں گے اور لوحِ دل پر لکھ کر لے جائیں گے تو مجھے اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید ہے کہ آپ اپنے بیوی بچّوں کی اصلاح کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

آج نئی چیز عرض کرنا چاہتا ہوں اور یہی آج کا عنوان ہے

اس دُنیا میں رہتے ہوئے انسان کی روحانیت پر بے ساختہ مخالف خارجی اثرات پڑتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لَا رَهۡبَانِيَّةَ فِي الۡاِسۡلَامِ

(اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں ہے) رہبانیت کے معنی ہیں کہ دُنیا و ما فیہا سے قطع تعلق کر کے کسی علیحدہ جگہ پر جا بیٹھنا۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ کوئی درجۂ کمال نہیں کہ انسان سب کچھ چھوڑ کر علیحدہ جگہ پر جا بیٹھے۔ کمال تو یہ ہے کہ سب میں رہے اور پھر تعلق باللہ میں خلل بھی نہ آنے پائے۔

اس دُنیا میں رہ کر انسان کی رُوحانیت پر زد پڑتی رہے گی۔ ہر وقت گھر میں بیٹھے رہنا مشکل ہے۔ باہر نکلنے سے روحانیت پر زد پڑے گی۔ جس طرح ایک نازک مزاج انسان بازار یا گلی کوچے سے گزرے گا تو کہیں بھنگن نے کوڑا کرکٹ پھینکا ہُوا ہوگا۔ کہیں گوبر پڑا ہوگا۔ تو خواہ مخواہ طبیعت میں تکدر پیدا ہوگا۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے اولیاء کرام میں سے ہیں اُن کا مزار دہلی میں ہے۔ اور وہ انتہائی نازک مزاج تھے۔ شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن کے خلیفہ ہیں۔ وہ مرزا صاحبؒ کے خادم خاص تھے۔ اور اُن کے مزاج شناس بھی تھے۔ ایک دفعہ بیٹھک کی صفائی کرنے کے بعد ذرا سا تنکا کہیں پڑا رہ گیا۔ مرزا صاحب برداشت نہ کر سکے۔ اور سر پکڑ کر فرمایا۔ ارے غلام علی تو نے تو مجھے مار ہی ڈالا۔

انسان کتنا ہی تربیت یافتہ ہو اس جہان میں رہتے ہوئے اس کی طبیعت پر عکس پڑتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم صغیرہ و کبیرہ سب گناہوں سے پاک تھے۔ لیکن اس جہان میں رہنے کے باعث آپ پر بھی خارجی اثرات کا اثر پڑتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنۡ اَبِيۡ هُرَيۡرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّيۡ لَاَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوۡبُ اِلَيۡهِ فِي الۡيَوۡمِ اَكۡثَرَ مِنۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً (رواہ البخاری)

(ترجمہ) ابو ہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ خدا کی قسم ہے مَیں استغفار کرتا ہوں اللہ سے اور توبہ کرتا ہوں خدا کی طرف دن میں ستّر بار سے زیادہ۔

آپ کا دوسرا ارشاد ہے :۔

عَنِ الۡاَغَرِّ الۡمُزَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلۡبِيۡ وَاِنِّيۡ لَاَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ فِي الۡيَوۡمِ مِائَةَ مَرَّةٍ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) اغر مزنی کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ پردہ ڈالا جاتا ہے میرے دل پر اور مَیں استغفار کرتا ہوں دن میں سو بار

ان دونوں احادیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ستّر مرتبہ یا سو مرتبہ استغفار فرمایا کرتے تھے اور یہ اس لئے کہ اُمّت پر جو آئندہ حالات پیش آنے والے ہیں اُن کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں بھی تاثّر پیدا ہوتا تھا۔ اور استغفار اُن حضرات کے لئے پڑھتے تھے اور یہ اسلئے کہ جن پر ان حالات کا ورود ہونے والا تھا۔

انسان کتنا بھی پاکباز ہو لیکن پھر بھی ماحول سے متاثر ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً گھر سے باہر آئے تو دو لڑکے آپس میں لڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کو گالیاں بک رہے تھے۔ ان کو دیکھ کر طبیعت میں تکدر پیدا ہوگا۔ یا گھر میں داخل ہوئے اور بیوی اکھڑ مزاج تھی جو کسی وجہ سے بگڑی ہُوئی تھی۔ اُس نے دو چار سُنا دیں تو طبیعت میں پریشانی پیدا ہوگئی۔

مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اللہ تعالےٰ نے بہت تیز مزاج بیوی عطا کی ہوئی تھی جو اپنے آپ کو مرزا صاحب کا ہم پلّہ سمجھتی تھی۔ اُنہوں نے اپنے خدام کو حکم دے رکھا تھا کہ جب وہ دروازے پر کسی کام کے لئے جائیں تو بیوی صاحبہ جو اُلٹ پلٹ فرمائیں وہ سُن کر خاموش ہو کر چلے آئیں۔ وہ اللہ کی بندی مرزا صاحبؒ کو دو چار صلواتیں سُنا دیتیں۔ خُدّام کو حکم تھا کہ جواب میں کوئی بات مُنہ سے نہ نکالیں۔ ایک دفعہ مرزا صاحبؒ نے ایک پٹھان کو کسی کام کے لئے دروازہ پر بھیجا۔ اور بیوی صاحبہ نے حسب معمول مرزا صاحبؒ کو بُرا بھلا کہا۔ تو وہ پٹھان اپنے مرشد کی بے عزّتی کو برداشت نہ کر سکا اور سخت کلامی سے

جواب دیا - اس پر مرزا صاحبؒ نے اُسے فرمایا کہ میں روزانہ اس کی گالیاں سُنتا ہوں - اور خاموش رہتا ہوں تم ایک دن بھی برداشت نہ کر سکے -

انسان رُوحانی امراض سے خواہ کتنا ہی شفایافتہ ہو افتاں و خیزاں افتاں و خیزاں چلنا پڑتا ہے - اسّی فیصدی انسان کی طبیعت پر اثر پیدا ہوتا ہے - مثلاً گناہ کیا مشتبہ یا حرام مال کھایا - اگر باطن کا اندھا ہو تو اُس کو احساس نہیں ہوگا - لیکن اگر اللہ اللہ کرنے کی برکت سے طبیعت میں کچھ جلا پیدا شدہ ہے - تو مشتبہ یا حرام مال کھانے کے بعد فوراً طبیعت میں احساس پیدا ہوگا - ایک درجہ کمال کا ایسا بھی آتا ہے کہ انسان حلال اور حرام میں ایک منٹ سے پہلے تمیز کرسکتا ہے - ان چیزوں کا تعلق باطن سے ہے - جیسے طبیب نبض پر ہاتھ رکھ کر یا ڈاکٹر تھرما میٹر کے ذریعہ بخار کا درجہ حرارت معلوم کرسکتا ہے - اسی طرح طبیبِ روحانی امراضِ روحانی کا پتہ لگا سکتا ہے - تین تاریں کامل کے قلب سے جُڑ جائیں - تو طالب کی طبیعت پر کامل کا عکس پڑتا ہے - اور وُہ تین تاریں یہ ہیں -

۱-عقیدہ - ۲- ادب - ۳- اطاعت -

میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے نہیں ہوتے نہیں ہوتے - ان میں سے ایک موتی ہے حلال اور حرام میں تمیز -

کیا بادشاہ سلامت کو حلال اور حرام کی تمیز ہوتی ہے ؟ کسی اللہ والے سے باطن کی اصلاح کرائی ہو تو کھانے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ کوئی نہ کوئی مشتبہ یا حرام چیز کھائی ہے جس کے باعث نورِ باطن سلب ہوگیا - حرام حلال کی تمیز نہ ہو تو حرام بھی کھا جائے گا - اور اگر تمیز ہوگی تو کروڑوں روپیہ رشوت پیش کی جائے گی تو بھی نہ لے گا -

اللہ تعالےٰ کا فضل شاملِ حال ہو اور طالب محنت شاقہ کرے اور شیخ کی توجہ میسّر آجائے تو اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے حلال و حرام کی تمیز پیدا ہو جائیگی - اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو امراضِ رُوحانی سے شفایاب فرمائے -

آمین یا الٰہ العالمین

آغاز نماز جمعہ

(از جناب قیصر ملک (ملتانی) اندرون پاک گیٹ ملتان شہر)

اعلان حق کی مخالفت میں جب قریش مکّہ کے ظلم و استبداد کی انتہا ہوگئی اور فلک اسلام کے ماہ پارے ایذا رسانی کے بادلوں میں سسکنے لگے - تو خداوندِ لایزال کے حکم سے آپؐ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر گئے -

مدینہ سے باہر قباء نامی ایک بستی تھی ، جس میں انصار کے چند خاندان آباد تھے - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو آپؐ نے پہلی منزل قباء میں کی - اور کلثوم بن ہدمؓ کو آپؐ کی میزبانی کا شرف حاصل ہُوا - قباء میں آپؐ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر جوق در جوق انصاری قبول اسلام کے لئے حاضر ہونے لگے - آپؐ نے یہاں چودہ روز قیام فرمایا - اور ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر فرمائی - یہ اسلام میں سب سے پہلی مسجد تھی - آپؐ نے اس مسجد کی تعمیر میں گارا بنانے اور دیواروں کے لئے پتھر وغیرہ اُٹھانے کا کام خود بھی کیا - قرآن کریم میں اس مسجد کی تعریف میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا -

(لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ)

(سورہ التوبہ رکوع ۱۳)

ترجمہ - جو مسجد اوّل روز سے تقویٰ پر قائم کی گئی وہی اس کے لئے زیادہ موزوں ہے - کہ تم اس میں (عبادت کے لئے) کھڑے ہو - اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں - اور اللہ کو پاک رہنے والے ہی پسند ہیں "

قباء میں چودہ روز قیام فرما کر مسجد قباء کی تعمیر سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ نے شہر مدینہ کا رُخ کیا - یہ جمعہ کا دن تھا - راہ میں بنی سالم کے محلہ میں نماز کا وقت آگیا - یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں جمعہ کی پہلی نماز تھی - نماز سے پہلے حسن اہم ترین خطبہ سے حاضرین کو خطاب فرمایا - اس کا ترجمہ یہ ہے -

" حمد و ثناء اللہ کے لئے ہے - میں اسی کی حمد کرتا ہوں - مدد ، بخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں - میرا ایمان اسی پر ہے - میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا - اور اس کی نافرمانی کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں - میری شہادت یہ ہے کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں ، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہیں -

اللہ نے مجھ کو ہدایت ، روشنی اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانے میں بھیجا ہے - جبکہ مدتوں سے کوئی رسول دُنیا میں نہیں آیا ، علم گھٹ گیا اور گمراہی بڑھ گئی - اسے آخری زمانے میں قیامت کے قرب میں اس دُنیا کی میعاد زندگی ختم ہونے کے قریب بھیجا گیا ہے - جو کوئی خدا اور رسول کی اطاعت کرتا ہے - وہی راہ یاب ہے - اور جس نے ان کا حکم نہ مانا وہ بھٹک گیا - درجہ سے گر گیا - اور سخت گمراہی میں پھنس گیا - مسلمانو میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں - بہترین وصیت جو مسلمان ، مسلمان کو کرسکتا ہے - یہ ہے کہ اُسے آخرت کے لئے آمادہ کرے اور اللہ سے تقویٰ کے لئے کہے - لوگو ! جن باتوں سے خدا نے تمہیں پرہیز کرنے کو کہا ہے - ان سے بچتے رہو - اس سے بڑھ کر نہ کوئی وصیت ہے اور نہ کوئی یاد دہانی - یاد رکھو ! آخرت کے بارے اس شخص کے لئے جو خدا سے ڈر کر کام کرتا ہے - تقویٰ بہترین مددگار ہوگا - اور جب کوئی شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ چھپے اور کھلے ہر حالت میں درست کرلے گا اور ایسا کرنے کی نیت رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے خالص ہوگی - تو ایسا کرنا اسی کے لئے دُنیا میں ذکر اور موت کے بعد جبکہ انسان کو نیک اعمال کی ضرورت اور قدر معلوم ہوگی ذخیرہ بن جائے گا -

لیکن اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا تو وہ (قیامت کے روز) پسند کرے گا - کہ اس کے اعمال اس سے بہت ہی دُور رکھے جائیں - اور خدا تم کو اپنی ذات سے ڈراتا

ہے اور خدا تو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے۔ اور جس شخص نے خدا کے حکم کو سچا تسلیم کیا اور اس کی اطاعت کے وعدوں کو پُورا کیا تو اللہ تعالےٰ بھی اس کے ساتھ اپنے وعدے پورے فرمائے گا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ "ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی اور ہم اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔"

مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ چھپے اور کھلے سب کاموں میں اللہ سے تقویٰ کو پیشِ نظر رکھو، کیونکہ اہلِ تقویٰ کی بدیاں معاف کردی جاتی ہیں اور ان کا اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ سے تقویٰ کریں گے وہ بڑی کامیابیوں پر فائز ہونگے۔ یہ تقویٰ ہی ہے۔ جو اللہ کی ناراضگی عذاب اور غصّہ کو دُور کر دیتا ہے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو پروردگار کو راضی اور درجہ کو بلند کرتا ہے۔

مسلمانو! اللہ کی نعمتوں سے حظ اُٹھاؤ مگر حقوقِ الٰہی میں فروگزاشت نہ کرو۔ خدا نے اسی لئے تم کو اپنی کتاب کا علم عطا فرمایا اور اپنا راستہ دکھایا کہ راستبازوں اور کافروں کو الگ الگ کر دیا جائے۔ اللہ نے تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا۔ تم بھی لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اور جو خُدا کے دشمن ہیں انہیں دشمن سمجھو۔ اور اللہ کے دین کو قائم کرنے میں پوری ہمّت سے ہر قسم کی جدوجہد کرو۔ اسی نے تم کو قیامِ حق کے لئے انتخاب فرمایا اور تمہارا نام مسلمان (اللہ کا فرمانبردار) رکھا تاکہ ہلاک ہونے والا وضاحتِ حق کے بعد ہلاک ہو اور زندہ رہنے والا بھی روشن دلائل پر زندگی پائے۔ اور سب نیکیاں اللہ ہی کی مدد سے ہیں۔

لوگو! اللہ کو یاد رکھو اور آئندہ زندگی کے لئے نیک عمل کرو۔ کیونکہ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کا معاملہ درست کر لیتا ہے، اللہ تعالےٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملات کو درست کر دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ کے فیصلے بندوں پر نافذ ہوتے ہیں۔ بندوں کے حکم اللہ پر نہیں چل سکتے۔ اللہ بندوں کا مالک ہے اور بندوں کو اس پر کچھ اختیار نہیں اللہ سب سے بڑا ہے اور ہم کو نیکی کی طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے۔"

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلّم یثرب کی جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے۔ اور اسی روز سے شہر کا نام "مدینۃ النّبی" ہوگیا۔ داخلہ عجب شان سے ہُوا۔ گلی کوچے تحمیدِ الٰہی اور تقدسِ ربّانی کے کلمات سے گونج رہے تھے۔ انصار کی معصوم لڑکیاں پیارے لہجے اور پاک زبانوں سے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر مقدم میں چھوٹے چھوٹے مصرعوں میں یہ اشعار گا رہی تھیں۔

أَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ
أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا
جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ

ترجمہ

ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب
چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا
کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
شکر واجب ہم پہ ہے اللہ کا
ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی
بھیجنے والا ہے تیرا کبریا

محکمہ تار کی افسوسناک سُستی
کے باعث
بندگانِ خُدا کو سخت تکلیف

میں نے ۵ر جولائی ۱۹۵۸ء کو خانپور (ریاست بہاولپور) میں جمعیۃ علماء اسلام کے ایک بہت بڑے جلسہ میں شمولیت کا وعدہ کیا ہُوا تھا۔ اور روانگی سے آٹھ دن پہلے سیکنڈ کلاس کی سیٹ ریزرو کرائی ہوئی تھی۔ ۴ر جولائی جمعہ کے دن مجھے ۵ بجے شام کے ایک بیماری کا شدید حملہ ہُوا۔ کہ سفر پر جانا ناممکن ہوگیا۔ میں نے ۴ جولائی کو ۶ بجے شام کے مولانا عبد اللہ صاحب درخواستی کے نام ارجنٹ تار بھیجا۔ کہ میں جلسہ میں شامل نہیں ہو سکوں گا۔ ۵ر جولائی ۱۹۵۸ء کے دن ۶½ بجے صبح سندھ ایکسپریس خانپور پہنچتی ہے۔ کل ۲ گھنٹے لیٹ تھی۔ استقبال کرنے والے احباب کرام اسٹیشن پر تشریف لائے اور باوجود ۲ گھنٹے مزید انتظار کے ناکام واپس لوٹے۔ محکمہ تار کی سُستی نے لوگوں کو یہ تکلیف دی۔ کہ ۱۴½ گھنٹے تک ارجنٹ تار لاہور سے خانپور تک نہیں پہنچ سکا۔ اور احباب کو سخت تکلیف ہوئی۔ فقط

العارض احقر الانام احمد علی از دروازہ شیرانوالہ لاہور

اقوالِ زرّیں

(از جناب شیخ عبدالحکیم صاحب)

(گزشتہ سے پیوستہ)

۴۴- اسراف بُرا ہے لیکن حد سے زیادہ خسّت اس سے بھی زیادہ بُری ہے۔

۴۵- کان دو ہیں اور زبان ایک۔ اس لئے سُنو زیادہ اور بولو کم۔

۴۶- فائدہ نہ پہنچا سکو تو نقصان پہنچانے کے درپے مت ہو۔

۴۷- وقت کی ہمیشہ قدر کرو۔ یہ بے بہا شے ہے اور انسان ہر وقت خسارہ میں ہے۔ سوائے اس انسان کے جو اپنا وقت نیک کاموں میں صرف کرتا ہے۔

۴۸- نہ زندگی کھانے کے لئے ہے بلکہ کھانا زندگی کے لئے اور زندگی نیک کاموں کے لئے۔

۴۹- خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

۵۰- داشتہ آید بکار آزمودہ مقولہ ہے۔ کوئی چیز بے کار نہ کھونی چاہیئے۔

۵۱- ہر بات میں دُور اندیشی بڑے کام آتی ہے۔

۵۲- غیرت کو غُصّہ پر ترجیح دو۔ بُرے کام سے روکا جائے تو بجائے غصّہ کے غیرت سے کام لے کر اُس برائی کو ترک کرنے کی کوشش کرو۔

۵۳- خدا کی نعمتوں کو یاد کرکے اس کے شاکر بندے بنو۔ شکر گزاری خدا کی نعمتوں کو بڑھانے کا ذریعہ ہے۔

۵۴- سائل کے سوال کو پورا کرنے کی کوشش کرو۔ اگر پورا نہ کر سکو تو اُسے جھڑکو مت۔

۵۵- وعدہ کرنا آسان ہے۔ لیکن اُس کا پُورا کرنا دشوار۔ ایسا وعدہ مت کرو۔ جسے تم پُورا نہ کر سکو۔

۵۶- ہر کام میں استقلال ضروری ہے۔ اس کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

۵۷- جلد بازی ایک عیب ہے۔ لیکن نیکی میں ایک حسن ہے۔

۵۸- بغیر سخت محنت کے کوئی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی۔

۵۹- آمدنی سے زیادہ خرچ نہ کرو اور نہ ہی رُتبہ سے بڑھ کر دعوئے۔

۶۰- سُستی تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔ اسے قریب نہ آنے دو۔

۶۱- محنت کا پھل ضرور ملتا ہے۔

۶۲- مزدور کو مزدوری اس کا پسینہ خُشک ہونے سے پہلے دو۔

۶۳- تم میں سے بڑا وہ ہے جو نیکی میں بڑا ہو۔

۶۴- تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل سے بہتر ہے۔

۶۵- بیکار رہنے والا ہمیشہ بُرے خیالات کا شکار ہو جاتا ہے۔

۶۶- محنت کے آگے ساری مشکلات آسان ہیں اس کو اپنا شعار بنالو۔

۶۷- وقت کا ایک لمحہ بیکار نہ جانے دو سب سے بڑی فضولخرچی تضیع اوقات ہے۔

۶۸- جوانی میں ایسے کام کرو کہ بڑھاپے میں اس کے گزر جانے کا افسوس نہ کرنا پڑے۔

۶۹- رنج اور مصیبت میں گھبراؤ مت۔ بڑی ہمت اور استقلال سے اس کا مقابلہ کرو۔

۷۰- بُرے کاموں سے اوّل ہی بچو۔ ورنہ عادت پڑ جانے پر اس سے بچنا دشوار ہوگا۔

۷۱- علمی اور اخلاقی دُنیا میں کمال حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

۷۲- فضول کاموں سے بچو ان سے بظاہر کوئی نقصان نہیں تو یہ کیا کم نقصان ہے۔ کہ تضیع اوقات ہے۔

۷۳- خُدا سے ڈرو۔ جو خدا سے ڈرتا ہے اُسے عیب اور گناہ سے بچنے کے لئے دوسروں کے خوف کی حاجت نہیں۔

۷۴- خوشی کے وقت زیادہ نہ پھولو۔

۷۵- گزشتہ نقصان کا رنج و افسوس نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ آئندہ کے واسطے احتیاط۔

۷۶- سچی اور ضروری تفریح قدرت کی تماشا گاہوں اور منظروں کی سیر میں ہے

نعت

(از مولانا محمد سلیمان چلانوی کلور کوٹ ضلع میانوالی)

پھر سر میں بسا ہے مرے سودائے محمدؐ
دیکھوں گا میں پھر مرقدِ والائے محمدؐ

میں سرمۂ اکسیر کو کیا خاک میں ڈالوں
آنکھوں سے لگی خاکِ کفِ پائے محمدؐ

پردہ ہے پسند آپ کو نو یاں بھی ہے پردہ
آنکھوں میں بٹھالوں جو نظر آئے محمدؐ

۷۷- تعصب تمہیں انصاف اور نیکی سے نہ روکے۔

۷۸- اب کا کام پھر پر اور آج کا کل پر نہ ڈالو۔

۷۹- خطا سے بچنے کا بہتر طریق گزشتہ خطاؤں کو یاد رکھنا ہے۔

۸۰- تین قوانین کا پابند کبھی تکلیف نہیں اُٹھاتا۔

(۱) قانونِ قدرت

(۲) قانونِ شریعت

(۳) قانونِ سلطنت

۸۱- جھگڑے اور فساد سے بچتے رہنا راحت کی کنجی ہے۔

۸۲- حتیّ الامکان اپنا کام آپ ہی سر انجام دو۔

۸۳- علمی معلومات میں اضافہ کے لئے پوچھنے میں کبھی شرم نہیں کرنی چاہیئے

۸۴- والدین کی جتنی خدمت کرو تھوڑی ہے۔ خاص کر بُڑھاپے میں۔

۸۵- جنّت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ خوش نصیب ہے وُہ جس کی ماں اس سے خوش ہو۔

۸۶- محبت اگر نیک دلی اور صاف نیتی سے ہو۔ تو بڑی نعمت ہے۔

۸۷- نشے کی لت ایک ایسا گھن ہے جو انسان کو اندر ہی اندر کھا جاتا ہے۔

۸۸- مفید باتوں کو دل سے اور کان لگا کر سُنو اور موقعہ ملنے پر اُن پر عمل کرو۔

باقی باقی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(از جناب محمد اسلم صاحب تبسم ایمن آبادی)

اسلام سے پہلے عرب میں جہالت، دنگا فساد، انسانی حقوق سے بے علمی اور بتوں کی پوجا کا عام دور دورہ تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑ مرنا اُن کے بس کا روگ نہ تھا۔ فطرتی اور معاشرتی طور پر وہ تہذیب سے کوسوں دُور چلے گئے تھے۔ انسان کو حیوان سے بھی بدتر سمجھنا اُن کا شیوہ تھا۔ اس نازک دور کا اگرچہ اسلام نے عرب سے خاتمہ کر دیا اور روحانی تربیت کا آغاز ہُوا۔ لیکن اسلام سے پہلے بھی عرب لوگوں میں اس کردار کے علاوہ بہت سے ایسے اوصاف پائے جاتے تھے۔ جن کی داد دیئے بغیر چارہ نہیں۔ مہمان نوازی ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ایک مہمان کی خاطر وہ بہت کچھ کر گزرتے تھے۔ اپنی عزیز سے عزیز چیز پیش کر کے وُہ دلی تسکین حاصل کرتے تھے۔ یہ وُہ عرب لوگ تھے جن پر ہر قوم و ملت ہر زمانہ میں ناز کر سکتی ہے۔ یہ کہنا بھی درست نہ ہوگا کہ ہر عرب باشندہ ایسے جوانمردی کے لباس میں ملبوس تھا۔ بلکہ یہ خواہ مخواہ تاریخ اسلام کی نافرمانی ہوگی۔ زمانہ کے دستور کے مطابق جہاں پانی ہو وہاں آگ اور جہاں بد تہذیبی ہو وہاں تہذیب ضرور ہوتی ہے۔ یعنی ہر چیز اپنے دو پہلو رکھتی ہے۔ اسی طرح عرب میں جہاں ایسے ذلّت آمیز اور خُدائی ہستی سے بے بہرہ لوگ بستے تھے۔ وہاں بعض اشخاص ایسے بھی رہتے تھے۔ جو قوّتِ تقریر، فصاحت و بلاغت، شاعری، نسبائی، سپہ گری، بہادری اور آزادی میں ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ اور یہی باوقار لوگ قوم سے ریاست و حکومت کا منصب حاصل کرتے تھے۔ ریاست و افسری میں انہی اوصاف کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ اگر ان اوصاف حمیدہ کو مدِّنظر رکھتے ہُوئے بغور دیکھا جائے۔ تو حضرت عمرؓ کو اللہ تعالےٰ نے ان سب میں سے کافی حصّہ دیا تھا۔ تقریر کا ملکہ خداداد تھا۔ بڑے سے بڑے مجمع کو وہ اپنی تقریر سے گرما دیتے تھے۔ ہمّت و بہادری بے پناہ تھی۔ ارادے کے اتنے پکّے اور تلوار کے اتنے دھنی کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو ٹل جائے مگر وہ اپنی ہمّت نہ ہارتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ عکاظ کے معرکوں نے اس کو اور جلا دے دی تھی۔ ان اوصاف سے کمال متاثر ہو کر عرب والوں نے آپؓ کو سفارت کا عہدہ دے دیا تھا۔

مختلف وقتوں میں جو خطبے اُنھوں نے دیئے۔ وُہ آج بھی تو موجود ہیں۔ جن کو پڑھ کر ان کی زورِ تقریر اور برجستگی کلام کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ مسندِ خلافت پر بیٹھتے ہی جو خطبہ اُنھوں نے دیا اس کے ابتدائی فقرے یہ تھے۔ پہلے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی۔ کہ "اے خُدا مَیں سخت ہُوں مجھ نرم کر، مَیں کمزور ہوں مجھ کو طاقت دے" پھر قوم سے مخاطب ہو کر یوں فرمایا۔ اے عرب والو! تمہاری مثال ایک سرکش اُونٹ کی سی ہے۔ جس کی مہار میرے ہاتھ میں دے دی گئی ہے۔ لیکن مَیں تمہیں رستہ پر چلا کر ہی چھوڑوں گا"

حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے چند ہی روز بعد جب اُنھوں نے عراق پر حملہ کرنے کے لئے لوگوں کو جمع کیا تو لوگ ایران جیسے مضبوط مُلک سے گھبراتے تھے خصوصاً اس وجہ سے کہ حضرت خالدؓ وہاں سے بُلا لئے گئے تھے۔ اس موقع کی نزاکت سمجھتے ہوئے حضرت عمرؓ نے ایک پُر زور تقریر کی۔ جس سے مثنّٰی شیبانی ایک مشہور بہادر بے اختیار اُٹھ کھڑا ہُوا۔ ایسا ہوتا تھا کہ تمام مجمع میں آگ سی لگ گئی۔ حضرت عمرؓ کا مختلف مضامین اور مختلف مطالب کا ادا کرنا تھا۔ غیر قوموں کو اسلام کی حقیقت اور اسلام کی جنگ و صلح کے اغراض بتاتے تھے۔ آپ نے ہر سیاسی اور ہر معاشرتی پہلو پر ایسی روشنی ڈالی کہ آپ کی پُر زور تقریر سے لوگوں کی رگوں میں خون دوڑنے لگا۔ اس تقریر کے جستہ جستہ فقرے بہت عرصہ تک لوگوں کی زبان پر جاری رہے۔ جو آج تک بھی تاریخ اسلام کی اوراق گردانی کرنے سے ملتے ہیں۔ نیز یہ تاریخ اسلام کا ایک ضروری جزو قرار دیا جا چکا ہے۔ ان کی جوشیلی تقریر ایک نئی رُوح کا کام کر جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سیاسی تقاریر کو اپنایا گو ان کی تقریر سادہ عام فہم الفاظ میں ہوتی تھی۔ مگر الفاظ نہایت جچے تُلے اور موقع محل کے مطابق ہوتے تھے۔ اور ان سے بہت سے پہلو نکلتے تھے۔

آپ شعر و شاعری کے بھی دلدادہ تھے۔ اگرچہ اس کی نسبت آپ کی شہرت عام طور پر کم ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ شعر بہت کم کہتے تھے۔ لیکن شعر و شاعری کا مذاق ایسا عمدہ رکھتے تھے۔ کہ اُن کی تاریخ زندگی میں یہ واقعہ متروک نہیں ہوسکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی اس کو اہمیت دے یا نہ دے۔ اگر تہذیبی اور تمدنی ترقی پہلو کو لیا جائے تو آپ نے بہت حد تک اس مقصد میں کامیابی حاصل کر لی تھی۔ عرب میں اُن دنوں عام رواج ہوتا تھا۔ کہ عاشق شاعر اپنی محبوبہ کا نام کُھلے بندوں شعر میں کہتے پھرتے تھے۔ اور بر سرِ عام اُن کی عزّت پر بٹّہ لگاتے پھرتے تھے۔ اس طرح سے شریف خاندان کی بہو بیٹیوں کی عزت ان شاعروں کے رحم و کرم پر تھی۔ آپ نے ایسے شعر حکماً بند کرا دیئے۔ بلکہ ایسا کرنے والوں کے لئے سزا مقرر کی۔ آپ کو عرب کے اکثر مشہور شعرا کا کلام زبانی یاد تھا۔ اہلِ ادب کو عموماً تسلیم ہے کہ اُس وقت میں شعروں کو پرکھنے والا اُن سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔ اگرچہ ان کو مہماتِ خلافت کی وجہ سے ان اشغال میں مصروف ہونے کا موقع بہت کم ملتا تھا۔ تاہم چونکہ طبعی ذوق رکھتے تھے سینکڑوں ہزاروں شعر یاد تھے۔ بلکہ جب کبھی کوئی معاملہ فیصل کرتے تو ضرور کوئی شعر پڑھتے وہ ایسے شعر جن میں خودداری، آزادی، شرافت، حمیّت و غیرت کے مضامین ہوتے تھے۔ پسند فرماتے۔ اسی بنا پر امرائے افواج، اعمالِ اضلاع کو حکم بھیج دیا تھا۔ کہ لوگوں کو اچھے شعر یاد کرنے کی تاکید کی جائے۔ تمام اضلاع میں جو حکم بھیجا تھا۔ اس کے یہ الفاظ تھے۔" اپنی اولاد کو تیرنا اور شہسواری سکھاؤ۔ اور ضرب المثلیں اور اچھے اشعار یاد کراؤ۔

آپ ہر معاملہ میں رائے دینے میں ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ آپ جب یہ کہتے تھے کہ میرا اس کی نسبت یہ خیال ہے۔ تو ہمیشہ وہی پیش آتا تھا۔ آپ کی بہت سی

دلیلیں مذہبی احکام بن گئیں۔ اور آج تک قائم ہیں۔ ایک دفعہ نماز کے متعلق سوال پیش ہُوا۔ کہ گھر جاجا کر لوگوں کو بُلانا اور آوازیں دینا مناسب نہیں کیوں نہ کوئی ایسی تجویز قائم کی جائے جس سے اس معاملہ میں آسانی رہے صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی رائے دی۔ کسی نے ناقوس کہا کسی نے کچھ۔

دن کو مہمات خلافت کی وجہ سے فرصت بہت کم ملتی تھی۔ اس لئے رات کو نفلیں پڑھا کرتے تھے۔ ساری ساری رات عبادت کرتے۔ جب صبح ہونے کو آتی تو گھر والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے۔ وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ۔ اکثر فجر کی نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے۔ نماز با جماعت پسند فرماتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ کہ مَیں اس کو ساری رات کی عبادت پر ترجیح دیتا ہوں۔ جو کوئی رات بھر عبادت کرتا رہے۔ اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ نہ پڑھے۔ بہتر تھا کہ وہ رات کی عبادت چھوڑ کر صبح کی نماز با جماعت پڑھ لیتا" فرمایا کرتے تھے کہ کھانے سے فارغ ہو لو تب نماز پڑھو۔ ایسا کرنے سے نماز میں سکون ملتا ہے۔" بعض دفعہ جہاد کے خیال میں اتنے سرگرمِ عمل نظر آتے تھے۔ اور خود فرماتے تھے کہ "میں نماز پڑھتا ہوتا ہوں اور فوجیں تیار کرتا ہوں۔" آپ حج ہر سال پیدل کرتے تھے۔ اور حاجیوں کے قافلہ کے امیر ہوتے تھے۔

قیامت کا نام سُن کر اکثر رویا کرتے تھے سارا جسم کانپنے لگ جاتا تھا اور اللہ اللہ پکار اُٹھتے تھے۔ ہر وقت اس کے متعلق خیال رہتا تھا

ایک دفعہ احنف بن قیس چند امرا کے ساتھ اُن کو ملنے کیلئے آئے۔ دیکھا تو دامن چڑھائے اِدھر اُدھر ہراساں و پریشاں پھر رہے ہیں۔ احنف کو دیکھ کر کہا۔ "آؤ تم بھی میرا ساتھ دو۔ بیت المال کا ایک اُونٹ گم ہوگیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ ایک اُونٹ میں کتنے غریبوں کا حق شامل ہے۔" کسی ایک نے عرض کیا کہ "حضور آپ کو اتنی کیوں جلدی ہے۔ کسی غلام کو کیوں نہ بھیج دیں۔ معمولی بات ہے۔" فرمایا۔ "مجھ سے بڑھ کر اور کون غلام ہوسکتا ہے۔" سبحان اللہ کیسا عمدہ جواب تھا۔

آپ جن لوگوں سے صحبت رکھتے تھے وہ عموماً اہلِ علم و فضل ہوتے تھے۔ فقہ عمری، جو کہلاتا ہے وہ انہی علمی مجلسوں کی بدولت ہُوا۔

اس مجلس کے بڑے بڑے ارکان ابی بن کعبؓ، زید بنؓ ثابت، عبداللہؓ بن مسعود اور عبداللہؓ بن عباس، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حُر بن قیسؓ تھے۔ آپ ان لوگوں کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے۔ ہر ایک سے یکساں سلوک کرنا اُن کی درگاہ کا پہلا شیوہ تھا اس لئے چھوٹے بڑے کی تمیز نہ تھی اُن کے عادات۔ اخلاق میں بہت سے موزخوں نے مختلف رائیں قائم کیں ہیں۔ اور درحقیقت اُن کی عظمت اور سادگی کا طرّہ نہایت خوشنما لگتا ہے۔ مسلمانوں کا ایک بلند مرتبہ حاکم ہونے کے باوجود قمیص پر بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ کاندھے پر مشک اُٹھائے بیوہ عورتوں کے گھر پانی بھرنے جا رہے ہیں۔ یا مسجد کے ایک کونے میں فرشِ خاک پر لیٹے ہیں وہ بھی اس لیے کہ کام کرتے کرتے تھک گئے ہیں تھکاوٹ سے نیند کی ایک جھپکی آگئی وہ بھی پندرہ بیس منٹ، پھر اُٹھ بیٹھے۔ جب سفر کرتے تھے تو کوئی خیمہ وغیرہ اپنے ساتھ نہ لیتے تھے۔ جہاں کہیں ضرورت محسوس ہوئی درخت پر چادر ڈال دیں سایہ کے نیچے پڑ سو رہے۔ نہ کسی کا ڈر نہ کسی کا خوف۔ ابن سعد سے روایت ہے کہ اُن کا خانگی خرچ صرف دو درہم ہوتا تھا۔ جس کے کم و بیش دس آنے ہوتے ہیں۔

سادگی کا یہ حال تھا موطا امام محمد میں روایت ہے۔ کہ جب شام کا سفر کیا تو شہر کے قریب پہنچ کر قضائے حاجت کے لئے سواری سے اُترے۔ اسلم ان کا غلام بھی ساتھ تھا فارغ ہو کر آئے۔ تو بھول کر یا مصلحت سے اسلم کے اُونٹ پر سوار ہوگئے۔ اِدھر اہل شام استقبال کو آ رہے تھے۔ جو آتا پہلے اسلم سے مخاطب ہوتا تھا۔ وہ حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کر دیتا۔ لوگ دیکھ دیکھ کر متعجب ہوگئے اور آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے آپ نے فرمایا۔" ان لوگوں کی نگاہیں شان و شوکت کی بُھوکی ہیں وہ بھلا یہاں کہاں؟

ایک دفعہ خطبہ میں کہا کہ صاحبو! ایک وقت تھا۔ کہ میں لوگوں کو پانی پلا پلا کر سوکھے چھوہارے حاصل کرتا تھا۔ اور وہی کھا اور پانی پی کر گزر کیا کرتا تھا۔" اتنا کہہ کر منبر سے اُتر گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر تمام نے پوچھا کہ آپ کا ان الفاظ کو زبان سے نکالنے کا کیا مقصد تھا۔ فرمایا۔ "میرے دل میں غرور آگیا تھا یہ اس کی اصلاح تھی۔"

آپ دینی معاملات میں کوتاہی برتنے والوں کے ساتھ بڑے بُرے سلوک کے ساتھ پیش آتے تھے۔ غیرت حد سے زیادہ تھی۔ طبیعت میں جلالیت بہت تھی بڑے سے بڑے کو بھی اس معاملہ میں معاف نہ فرماتے۔

غذا نہایت سادہ تھی۔ معمولاً روٹی اور روغنِ زیتون دسترخوان پر ہوتا تھا۔ روٹی اکثر گیہوں کی ہوتی مگر آٹا چھانا نہیں جاتا تھا اکثر صرف قمیص پہنتے تھے۔ نہایت بے تکلفی اور سادگی سے رہتے تھے۔ کپڑوں میں اکثر پیوند ہوتا تھا۔ ایک دفعہ دیر تک گھر میں رہے۔ باہر آئے تو لوگ انتظار کر رہے تھے۔ معلوم ہُوا کہ پہننے کو کپڑا نہ تھا۔ اسی لئے انہیں کپڑوں کو دھو کر سوکھنے کو ڈال دیا تھا۔ خشک ہوگئے تو وہی پہن کر باہر نکلے۔ لیکن ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ اخذ نہ کر لینا چاہیئے۔ کہ وہ رہبانیت کو پسند کرتے تھے۔ نہ وہ بیہودہ تکلفات اور آرائش پسند کرتے تھے۔

حلیہ یہ تھا۔ رنگ گندمی، قد لانبا۔ یہاں تک کہ سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں کھڑے ہوتے تھے تو اُن کا قد سب سے اُونچا دکھائی دیتا تھا۔ رُخسارے کم گوشت، گھن کی داڑھی، مونچھیں بڑی بڑی، سر کے بال سامنے سے اُڑ گئے تھے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

بقیہ شذرات (صفحہ ۳ سے آگے)

کہ بھارت کو بالآخر اس تحریک کے سامنے ہتھیار ڈال کر کشمیر کو خالی کرنا پڑیگا لیکن ہمیں اس تحریک سے دلی ہمدردی ہے اور ہم اس کی کامیابی کے لئے بارگاہِ ربّ العزّت میں دست بدعا ہیں۔

حکومت پاکستان اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے اس تحریک کی مخالفت کر رہی ہے۔ تمام سیاسی جماعتوں نے حکومت کے رویّہ پر کڑی نکتہ چینی کی ہے ہمیں حکومت کی مجبوریوں کا احساس ہے اس لئے اس کے متعلق ہم صرف یہی کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ ع

رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس کارپوریشن لاہور)

حدیث :- ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا صدقہ ثواب کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ کہ تو صدقہ ایسی حالت میں کرے کہ تندرست ہو۔ مال کی حرص دل میں ہو۔ اپنے فقیر ہو جانے کا ڈر ہو۔ اپنے مالدار ہونے کی تمنّا ہو اور صدقہ کرنے کو اس وقت تک موخر نہ کر کہ رُوح حلق تک پہنچ جائے۔ یعنی مرنے کا وقت قریب آ جائے۔ تو تُو یوں کہے کہ اتنا مال فلاں (مسجد) کا اور اتنا مال فلاں (مدرسہ) کا حالانکہ اب وہ مال فلاں (وارث) کا ہو گیا۔

فلاں (وارث) کا ہو گیا کا مطلب یہ ہے کہ وارث کا حق اس میں شامل ہو گیا اسی لئے وصیّت صرف ایک تہائی مال میں ہوسکتی ہے۔ اور مرض الموت کے صدقات بھی تہائی مال میں ہو سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ کا حق مرنے والے کو نہیں ہے۔ اسی واسطے ایک اور حدیث میں حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ آدمی کہتا ہے میرا مال۔ میرا مال۔ حالانکہ اُس کا مال صرف تین چیزیں ہیں۔ جو کھا لیا یا پہن لیا یا اللہ کے خزانہ میں صدقہ کرکے جمع کر دیا۔ اس کے علاوہ جو رہ گیا وہ جانے والا ہے۔ یعنی یہ شخص اس کو لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی اپنی زندگی میں ایک درم صدقہ کر دے وہ اس سے بہتر ہے کہ مرتے وقت سو درم صدقہ کرے۔ اس لئے کہ واقعی مرتے وقت تو وہ گویا دوسرے کے مال میں سے صدقہ کر رہا ہے۔ کہ اب اس کا کیا رہا اس کو تو بہر حال اس مال کو چھوڑ کر جانا ہے ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ کہ جو شخص مرتے وقت صدقہ کرتا ہے۔ . . . . اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی شخص جب خوب پیٹ بھر لے تو بچے ہوئے کھانے کا ہدیہ تحفہ کسی کے پاس لے کر جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مثالوں سے اس پر تنبیہ فرمائی کہ اصل صدقہ کا وقت تندرستی اور صحت کا ہے کہ اپنے نفس سے اصل مقابلہ اسی وقت ہے۔ لیکن ان سب کا مطلب یہ نہیں کہ مرتے وقت کا صدقہ یا وصیّت بیکار ہے۔ بہرحال ثواب اس کا بھی ہے۔ ذخیرہ آخرت وہ بھی بنتا ہے۔ البتہ اتنا ثواب نہیں ہوتا جتنا اپنی ضرورتوں اور راحتوں کے مقابلہ میں صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔ (البقرۃ ع ۲۲) میں حق تعالے کا ارشاد ہے۔ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا ن الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین۔ تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت آنے لگے اگر وہ مال چھوڑے تو والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے لئے کچھ وصیّت کر جائے جو معروف طریقے پر ہو۔ جن کو خدا کا خوف ہے۔ ان کے ذمہ یہ چیز ضروری ہے۔ یہ حکم جو اس آیت شریف میں ذکر کیا گیا ابتدائے اسلام کا ہے۔ اس وقت ماں باپ کے لئے بھی وصیت فرض تھی اس کے بعد جو میراث کا حکم نازل ہوا تو والدین اور جن رشتہ داروں کا حق شریعت نے معین کر دیا ان کے لئے وصیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔ لیکن جن رشتہ داروں کا حق شریعت نے مقرر نہیں کیا ان کے لئے ایک تہائی مال میں وصیت کا حق اب بھی باقی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت شریفہ کے حکم سے ان کی وصیّت منسوخ ہو گئی جو وارث بنتے ہیں۔ اور جو وارث نہیں بنتے ان کو وصیّت منسوخ نہیں ہوئی۔

قتادہؓ کہتے ہیں۔ کہ اس آیت شریفہ میں وصیّت اب ان کے لئے رہ گئی ہے۔ جو وارث نہیں ہوتے۔ خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں۔ ایک حدیث شریف میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے آدمؑ کے بیٹے تو زندگی میں تو بخیل تھا اب مرنے کے وقت اسراف کرنے لگا۔ دو برائیاں اکٹھی نہ کر۔ ایک زندگی (میں بخل) کی اور دوسری مرنے کے وقت کی۔ تو اپنے ایسے رشتہ داروں کو دیکھ جو تیری میراث سے محروم ہیں۔ اور اُن کے لئے کچھ کچھ وصیت کر جا۔ اس سے پیشتر بھی حق تعالیٰ شانہٗ کے کلام پاک میں بھی اس طرف اشارہ گزر چُکا ہے۔ کہ صدقہ اس وقت کا افضل ہے۔ جبکہ آدمی کو مال کی محبت ستا رہی ہو۔ بمقابلہ اس کے کہ دل سرد ہو چکا ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے ناراض ہوتے ہیں جو اپنی زندگی میں تو بخیل ہو اور مرنے کے وقت سخی ہو۔ اس لئے جو لوگ صدقات و اوقاف میں مرنے کے وقت کا انتظار کرتے ہیں۔ یہ پسندیدہ چیز نہیں ہے۔ اوّل تو اس کا علم کسی کو نہیں کہ کب اور کس وقت موت آ جائے۔ متعدد واقعات اس قسم کے قابل عبرت دیکھنے میں آئے۔ کہ مرنے کے وقت بہت کچھ صدقات اور اوقاف کرنے کی امنگیں لوگوں میں تھیں لیکن بیماری نے ایسا گھیرا کہ مہلت ہی نہ لینے دی۔ کسی پر فالج گر گیا۔ کسی کی زبان بند ہو گئی۔ اور کسی کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ اور اگر ان سب عوارض سے بچ کر اس کی نوبت آ بھی جائے۔ جو بہت کم آتی ہے۔ پھر بھی وہ درجہ ثواب کا تو ہوتا نہیں جو اپنی خواہشات کو نقصان پہنچا کر صدقہ کرنے کا ہے۔ البتہ اپنی زندگی میں کوتاہی سے نہ کر سکا ہو۔ تو مرنے ہی کے وقت کو غنیمت سمجھے کہ مرنے کے بعد کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ سب دو چار دن رو کر بھول جاتے ہیں۔ روزانہ کے یہ مشاہدے ہیں جو کچھ لے جانا ہے خود ہی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ کام دیگا۔

حدیث :- (بنی اسرائیل کے) ایک آدمی نے اپنے دل میں کہا کہ آج رات کو چپکے سے صدقہ کرونگا۔ چنانچہ رات کو چپکے سے ایک آدمی کے ہاتھ میں مال دے کر چلا آیا۔ صبح کو لوگوں میں چرچا ہُوا کہ رات کوئی شخص ایک چور کو صدقہ دے گیا۔ اس صدقہ کرنے والے نے کہا۔ یا اللہ چور پر صدقہ کرنے میں بھی تیرے ہی لئے تعریف ہے۔ پھر اُس نے دوبارہ ٹھانی کہ آج رات کو پھر صدقہ کروں گا۔ (کہ پہلا تو ضائع ہو گیا) چنانچہ رات کو صدقہ کا مال لے کر نکلا اور اُسے ایک عورت کو دے آیا۔ (یہ خیال ہو گا کہ یہ تو چوری کیا کرے گی) صبح کو چرچا ہوا کہ رات کو کوئی شخص فلاں بدکار عورت کو صدقہ دے گیا۔ اس نے کہا۔ یا اللہ تیرے

لئے تعریف ہے۔ زنا کرنے والی عورت پر (میرا مال صرف ہُوا) پھر تیسری مرتبہ ارادہ کیا کہ آج رات کو ضرور صدقہ کرونگا چنانچہ رات کو صدقہ لے کر گیا اور اس کو ایک شخص کو دے دیا۔ جو مالدار تھا۔ صبح کو چرچا ہُوا کہ رات ایک مالدار کو صدقہ دے گیا ہے۔ اس صدقہ دینے والے نے کہا یا اللہ تیرے ہی لئے تعریف ہے۔ چور پر بھی اور غنی پر بھی۔ زنا کرنے والی عورت پر بھی اور غنی پر بھی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ (تیرا صدقہ قبول ہوگیا ہے) تیرا صدقہ چور پر (اس لئے کرایا گیا) کہ شاید وہ اپنی چوری کی عادت سے توبہ کرلے۔ اور زانیہ پر اس لئے کہ وہ شاید زنا سے توبہ کرلے (جب وہ یہ دیکھے گی کہ بغیر مُنہ کالا کرائے بھی اللہ جل شانہٗ عطا فرماتے ہیں۔ تو اس کو غیرت آئے گی) اور غنی پر اس لئے تاکہ اس کو عبرت حاصل ہو (کہ اللہ کے بندے کس طرح چھپ کر صدقہ کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے) شاید وُہ بھی اس مال میں سے جو اس کو اللہ نے عطا فرمایا ہے۔ صدقہ کرنے لگے۔

طاؤس کہتے ہیں کہ ایک شخص نے منت مانی کہ جو شخص پہلے اس آبادی میں نظر پڑیگا اس پر صدقہ کروں گا۔ اتفاق سے سب سے پہلے ایک عورت ملی اس کو صدقہ کا مال دے دیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو بڑی خبیث عورت ہے۔ اس صدقہ کرنے والے نے اس کے بعد جو شخص سب سے پہلے نظر پڑا۔ اس کو مال دیدیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو بد ترین شخص ہے۔ اس شخص نے اس کے بعد جو سب سے پہلے نظر پڑا اس پر صدقہ کیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو بڑا مالدار شخص ہے۔ صدقہ کرنے والے کو بڑا رنج ہُوا تو اُس نے خواب میں دیکھا۔ کہ باری تعالےٰ نے تیرے تینوں صدقے قبول کر لئے۔ وہ عورت فاحشہ تھی۔ لیکن محض ناداری کی وجہ سے اس نے یہ فعل اختیار کر رکھا تھا۔ جب سے تو نے اس کو مال دیا ہے اُس نے یہ بُرا کام چھوڑ دیا ہے۔ دوسرا شخص چور تھا۔ اور وہ بھی تنگدستی کی وجہ سے چوری کرتا تھا تیرے مال دینے پر اس نے چوری سے علحدگی اختیار کرلی ہے۔ تیسرا شخص مالدار ہے اور کبھی صدقہ نہ کرتا تھا۔ تیرے صدقہ کرنے سے اس کو عبرت ہوئی کہ میں اُس سے زیادہ مالدار ہوں۔ اس لئے زیادہ صدقہ کرنے کا مستحق ہوں۔ اب اس کو صدقہ کی توفیق ہوگئی ہے۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر صدقہ کرنے والے کی نیت اخلاص کی ہو اور اس کے باوجود وہ بے محل پہنچ جائے تو اس میں بھی اللہ تعالےٰ کی کوئی حکمت ہوتی ہے۔ اس سے رنجیدہ نہ ہونا چاہیئے۔ آدمی کا اپنا کام یہ ہے کہ اپنی نیّت اخلاص کی رکھے۔ کہ اصل چیز اپنا ہی ارادہ اور فعل ہے۔ اور ان صدقہ کرنے والے بزرگ کی فضیلت بھی ظاہر ہُوئی۔ کہ باوجود اپنی کوشش کے جب صدقہ بے جگہ صرف ہوگیا تو اس کی وجہ سے بد دل ہوکر صدقہ کرنے کا ارادہ ترک نہ کرے۔ بلکہ دوبارہ سہ بارہ صدقہ کو اپنے مصرف پر خرچ کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ یہی وہ ان کا اخلاص اور نیک نیتی تھی۔ جس کی برکت سے تینوں صدقے قبول بھی ہوگئے اور قبول کی بشارت بھی خواب میں ظاہر ہوگئی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر صدقہ ظاہر کے اعتبار سے اپنے محل پر خرچ نہ ہُوا ہو تو اس کو دوبارہ ادا کرنا مستحب ہے۔ اور دوبارہ ادا کرنے سے اُکتانا نہیں چاہیئے جیساکہ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ خدمت کو قطع نہ کر اگرچہ عدم قبول کے آثار ظاہر ہوں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ آدمی کی نیک نیتی کا بدلہ ضرور عطا فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ ان صدقہ کرنے والوں نے خالص اللہ کے واسطے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تھا (اسی لئے رات کو چھپاکر دیا تھا) تو حق تعالےٰ نے اس کو قبول فرمایا۔ اور بے محل خرچ ہو جانے کی وجہ سے مردود نہیں ہُوا۔ (باقی پھر)

لوازماتِ فقراء

(از جناب محمد شفیع عمر الدین صاحب ساہیوال)

حضرت سیّدنا و مُرشدنا امام ربّانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

"آنچہ بر ما فقیراں لازم است۔ ۱- دوام ذل است و افتقار و انکسار۔ ۲- و تضرع و التجا۔ ۳- و اداے وظائف عبودیت۔ ۴- و محافظتِ حدودِ شرعیہ ۵- و متابعتِ سُنّتِ سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ۔ ۶- و تصحیح نیات در تحصیلِ خیرات۔ ۷- و تخلیص بواطن۔ ۸- و تسلیم ظواہر ۹- و رویتِ عیوب۔ ۱۰- و مشاہدۂ استیلاءِ ذنوب۔ ۱۱- و خوفِ انتقامِ علام الغیوب۔ ۱۲- و قلیل پنداشتن حسناتِ خود را اگرچہ بسیار باشد۔ ۱۳- و کثیر انگاشتن سیئاتِ خود را اگرچہ اندک باشد۔ ۱۴- و ترساں و لرزاں بودن از شہرت و قبولِ خلق۔

قَالَ علیہ الصلوٰۃ والسلام بِحَسْبِ امْرَءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یُّشَارَ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْیَا اِلَّا مَنْ عَصِمَہُ اللّٰہُ۔

(از مکتوب ۱۷۱ دفتر اوّل)

ترجمہ۔ فقیروں پر یہ باتیں فرض ہیں:۔

۱- اللہ تعالےٰ کے سامنے اپنے آپ کو ہمیشہ ذلیل، محتاج اور عاجز جاننا

۲- ہمیشہ زاری اور التجا کرتے رہنا۔

۳- اللہ تعالےٰ نے جو فرائض اپنے بندوں کے ذمے لگا دیئے ہیں۔ وہ بجا لاتے رہنا۔ (وظائف عبودیت۔ ان دو لفظوں میں وہ سب باتیں آگئیں جو قرآن کریم اور حدیث شریف میں مذکور ہیں۔ یعنے جملہ اوامر و نواہی پر عمل کرنا)

۴- اور ہمیشہ شرعی حدود کی حفاظت کرنا۔ (تاکہ کوئی قدم شرعی حدود کے باہر نہ نکلنے پائے۔)

۵- اور ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّت کی پیروی کرتے رہنا۔

۶- اور ہمیشہ ہر نیک اور بھلا عمل کرتے وقت اپنی نیت کو خالص اور صحیح رکھنا (یعنے مقصود رضائے اللہ تعالےٰ ہو خلقت کو دکھانا مطلوب نہ ہو۔ کیونکہ جس عمل میں ریا ہو۔ وہ قابلِ قبول نہیں)

۷- اور ہمیشہ اپنے باطن کو اللہ تعالےٰ کی طرف اخلاص کے ساتھ متوجہ رکھنا اور اسے ماسویٰ سے پاک رکھنا۔

۸- اور ہمیشہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے) سپرد کر دینا

۹- اور ہمیشہ اپنے عیبوں پر نظر رکھنا۔

۱۰- اور ہمیشہ اپنے آپ کو گناہوں میں گھیرا ہُوا سمجھنا۔ باقی صفحہ ۸ پر

الاستفتاء

از جناب مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

مسئلہ ۱ :۔ گندم اب ۱۵ روپے فی من بکتی ہے۔ اور لوگ ادھار ۲۰ روپے فی من دیتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے یا ناجائز اس کا پتہ دیں اور لوگ یوں کہتے ہیں۔ اگر ۱۵ روپے کا بھاؤ ہے۔ اور مالک اُسے ۲۰ تا ۳۰ روپے بیچے تو جائز کیونکہ۔ اس کا مال ہے وہ چاہے کسی بھاؤ بیچے۔ کیا یہ ٹھیک ہے۔ آپ اس کا پتہ دیں یہ ۱۵ روپے من بکتی ہے اور ادھار میں ۲۰ روپے دیتے ہیں یہ ٹھیک ہے کہ نہیں۔

مسئلہ ۲ یوں بھی کہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی جنس گندم۔ جو۔ چنے۔ باجرہ وغیرہ وغیرہ پرانی ادھار دے دیتے ہیں اور پھر اگلی فصل میں جتنی جنس دیتے ہیں اور اتنی ہی لے لیتے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز۔ اس طرح سے ادھار دینا ٹھیک ہے یا کہ اس کی قیمت مقرر کرکے ادھار دینا جائز ہے یا کہ ناجائز۔

مسئلہ ۳۔ اب اگر گھر میں دو چار سیر آٹے کی ضرورت پڑ جائے اور وہ اپنے ہمسائے سے لے لے اور اس کو آٹے کا آٹا واپس دے دے۔ کیا اس طرح سے ادھار لینا جائز ہے کہ ناجائز۔ بہت سے کہتے ہیں کہ اس طرح ادھار لینا ناجائز ہے۔ اس کا پتہ دیں

مسئلہ ۴۔ اب کئی لوگ جنس کو دو ماہ یا تین ماہ پہلے دے دیتے ہیں۔ اور اس کا بھاؤ دو ماہ یا تین ماہ بعد لگا لیتے ہیں۔ اس طرح سے جائز ہے یا ناجائز۔ پتہ دیں۔

مسئلہ ۵ اگر کوئی شخص لاچار ور کسی قسم کی بیماری ہونے کی وجہ سے نماز پڑھتے وقت زمین پر سجدہ نہیں کر سکتا اور وہ اپنے آگے کپڑا یا گھڑا وغیرہ رکھ کر سجدہ کرتے ہیں۔ اس طرح سے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔

بعض کہتے ہیں کہ زمین کے علاوہ گھڑے یا کپڑے یا دیوار پر سجدہ کرکے نماز پڑھنا ناجائز۔ اس طرح سے جائز ہے یا ناجائز۔ پتہ دیں

مسئلہ ۶ اور جو زمین سے جنس پیدا ہوتی ہے۔ اس کی ہم کو زکوٰۃ دینی پڑتی ہے کہ نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ سرکار معاملہ وغیرہ لیتے ہیں۔ اس کی زکوٰۃ نہیں دینی پڑتی۔ اس جنس کی زکوٰۃ دینی واجب ہے کہ سُنت ہے۔ کہ مستحب ہے کہ غیر مستحق ہے۔ پتہ دیں۔

اور ابھی دسواں اور بیسواں لکھا ہوا ہے۔ یہ کن لوگوں پر واجب ہے۔ نہری کا دسواں ہے۔ چاہی کا بیسواں ہے۔ اس کا کیا حساب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہے بعض کہتے ہیں کہ نہیں۔ اس کا پتہ دیں۔ اور یہاں کہتے ہیں کہ اس کا فتوے منگواؤ

مسئلہ ۷ اب ایک شخص اپنی آئے سال قربانی کرتا ہے۔ اب اس کے دل میں خیال ہے کہ اگر میں اپنی قربانی چھوڑ دوں۔ اور وہ ایک قربانی اپنے والدین کے نام کی قربانی کر دے تو اس طرح سے کرنا جائز ہے کہ ناجائز ہے پتہ دیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اس طرح قربانی کرنا جائز ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنے والدین کی بھی کرے۔ اور اپنی بھی کرے۔ اس طرح سے جائز ہے یہ ٹھیک ٹھیک پتہ دیں۔

مسئلہ ۸ بعض لوگ کہتے ہیں۔ حقہ پینا مکروہ ہے یا حرام۔

اس کا صحیح جواب دیں

مسئلہ ۹ بعض لوگ بیمار ہونے کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ میری چیز مسجد میں دے دینا اور پھر بیماری سے بحال ہو جائے۔ اب وہ چیز مسجد میں دینی چاہیئے کہ نہیں۔

الجواب مبسملاً و محمداً و مصلیاً و مسلماً۔

۱۔ اگر پہلے سے کہہ دیں کہ ادھار بیس روپے من ہے تو صحیح ہے۔ مالک کو اختیار ہے جس قیمت کو چاہے دے لیکن اگر پہلے نہیں کہا۔ اور اس نے ۱۵ روپے من سمجھ کر لے لیا۔ پھر بعد میں کہا کہ اس وقت قیمت نہ دوگے تو ۲۰ روپیہ من لوں گا۔ وہ سُود ہو جائے گا۔ اس کی دلائل خدام الدین میں پہلے شائع ہو چکے ہیں۔

۲۔ جنس میں قرض لینا دونوں طرح جائز ہے۔ لیکن لیتے وقت جو بات طے ہوگی۔ اس کے خلاف درست نہ ہوگا۔ اگر جنس کے بدلہ جنس طے ہوئی تھی تو جنس ہی دینا ہوگی۔ ہاں اس وقت کی قیمت پر اگر لینے والا راضی ہو جائے تو قیمت دینا جائز ہوگا۔ اور نقد طے ہوا تھا تو نقد دینا ہوگا۔ ہاں موجودہ اس وقت کی قیمت سے جنس لینے پر لینے والا آمادہ ہو تو درست ہے۔ بغیر اس کی رضامندی کے درست نہیں۔

۳۔ جائز ہے۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ اس چیز کا مثل ہوتا ہو۔ جیسے اجناس ہیں اور جو چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں تفاوت ہو جاتا ہے۔ جیسے جانور۔ لکڑی وغیرہ ان میں ادھار جائز نہیں۔ وہاں قیمت کرکے دینا درست ہوگا۔ دراصل ادھار قیمت ہی ہوگی چاہے قیمت ادا کر دیں۔ چاہے اس قیمت سے اس وقت جتنی چیز ملتی ہو وہ لے کر دے دیں۔ جیسے طے ہو۔ تنویر الابصار میں ہے القرض ھو عقد مخصوص یرد علی دفع مال مثلی لآخر لیرد مثلہ اصح فی مثلی لا فی غیرہ (شامی ج ۴ ص ۲۶۵) جو چیزیں برتن سے ناپ کر یا تول کر فروخت ہوں یا گن کر ہوں۔ مگر تفاوت نہ ہو۔ ان میں ادھار کا معاملہ درست ہے۔ جن گنتی کی چیزوں میں تفاوت ہو ان میں نہیں ایسے دوسری چیزوں میں نہیں۔

۴۔ اگر جنس ادھار دیتے ہیں تو وہ تو ناپ تول کی چیز ہے۔ جنس سے اس کا ادھار ہو سکتا ہے۔ اگر قیمت لگاتے ہیں۔ تو اسی وقت کی قیمت لگانی ضروری ہے۔ جس وقت دے رہے ہیں۔ اس کی قیمت تو وہی جو مالک کے دیتے وقت ہے بعد کی قیمت کے وقت وہ مالک کے پاس نہیں۔ وہ قیمت اس کی نہیں۔

۵۔ اگر بیمار زمین پر سجدہ نہیں کر سکتا تو کسی چیز کو اُٹھا کر ہاتھ میں لے کر ماتھے سے لگانا تو درست نہیں۔ ہاں زمین پر رکھ کر اس پر اگر سجدہ کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر وہ چیز سخت ہے اور ایک بالشت سے کم اونچی ہے تو یہ خود سجدہ ہی ہوگا اس کو اشارہ نہ کہیں گے اور اگر زیادہ اونچی ہے یا سخت نہیں ہے تو یہ سجدہ نہ ہوگا۔ اگر سر کو رکوع کے اشارہ سے زیادہ جھکایا ہے تو یہ سر سے سجدہ کا اشارہ ہو جائے گا۔ نہیں جھکایا تو اشارہ بھی نہ ہوگا۔ نماز نہ ہوگی۔ اس

کی تفصیل بھی خدام الدین میں اس سے پہلے یا پیچھے چھپ جانے والی ہے ۔

ع ۶ جو زمینیں قدیم سلطنت اسلامی سے مسلمان اور مسلمان آج تک چلی آئی ہیں ۔ یا یہ معلوم نہیں کہ درمیان میں کوئی کافر مالک ہو ۔ ایک تو ان زمینوں پر عشر ہوتا ہے اور جن میں درمیان کوئی کافر مالک ہو گیا ہو ۔ ان پر خراج ہے ۔ پھر جن پر عشر ہے ۔ ان کا قاعدہ یہ ہے کہ پانی اگر بلا قیمت اور بلا مشقت دیا ہے ۔ مثلاً بارش سے یا خود رو نالہ سے تو کل پیداوار پر عشر $\frac{1}{10}$ فرض ہے ۔ اور اگر پانی قیمت سے دیا جاتا ہے ۔ جیسے کہ نہر سے آبپاشی ہوئی ہے ۔ یا کسی ٹیوب ویل سے پیسے خرچ کرکے دیا جاتا ہے یا مشقت سے دیا جاتا ہے جیسے ہرٹ بڑے ڈول یا ڈھیکلی سے تو پھر نصف عشر $\frac{1}{20}$ حصّہ دینا فرض ہے ۔ جو چیز پیدا ہوگی اس میں فرض ہے ۔ اور مالیانہ اور دوسرے اخراجات اس میں منہا نہیں ہوں گے ۔ اور اگر خراج واجب تھا تو وہ پانچواں حصہ $\frac{1}{5}$ ہے جو محمد بن قاسم کے زمانہ سے مقرر ہوا تھا ۔ مگر اس میں مالیانہ منہا ہوگا ۔ کہ اس کے لینے کا اختیار حکومت کو ہی ہے ۔

ع ۷ اگر اس شخص کے پاس اتنا مال ہے ۔ جتنا زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے شرط ہے ۔ یعنی ضروریات اصلی سے زائد $52\frac{1}{2}$ تولہ چاندی کی قیمت یا خود چاندی یا تجارتی مال یا صرف $7\frac{1}{2}$ تولہ سونا تو اس پر صرف اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے ۔ اگر ماں باپ بیوی ۔ بالغ اولاد میں سے کسی کے پاس اتنا ہوگا ۔ تو جس جس کے پاس ہوگا اس پر بھی قربانی کرنا واجب ہے ۔ اتنا نہ ہوگا ۔ تو واجب نہیں ۔ اب اگر اس پر واجب ہے تو اپنی قربانی چھوڑنا ہرگز جائز نہیں ۔ اور اگر واجب نہیں ہے تو چھوڑنا جائز ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

پھر اگر ماں باپ پر دونوں پر واجب ہے تو ایک بکرا یا گائے وغیرہ کا ایک ساتواں $\frac{1}{7}$ حصہ دونوں کی طرف سے تو ہو نہیں ہو سکتا ۔ ایک کی طرف سے ہو سکتا ہے ۔ اگر اس کی اجازت ہوگی ۔ تو اس کا واجب ادا ہوگا ۔ بغیر اجازت واجب ادا نہ ہوگا ۔ مگر ثواب نفل کا مل جائیگا ۔ اور اگر ماں باپ پر واجب نہیں یا وہ فوت ہو چکے ہیں تو پھر یہ بھی جائز ہے ۔ کہ ایک ہی حصّہ میں دونوں کی نیت کر لی جائے اور یہ بھی کہ الگ الگ دو حصّے کئے جائیں ۔ اس سے ان کو ثواب ملے گا ۔

ع ۸ حقہ پینا مکروہ ہے ۔ حرام نہیں ہے ۔ اس میں نشہ نہیں ہوتا ۔ صرف چکر آتا ہے اور مکروہ دو وجہ سے ہے ۔ ایک تو یہ کہ دوزخ والوں کو آگ کھلائی جائیگی دھواں بھی آگ کا جز ہے ۔ حقہ پینے میں ان سے مشابہت ہے ۔ دوسری بات منہ کے اندر بدبو کی ہے ۔ جس کی وجہ سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے ۔ اگر بدبو نہ ہونے دیں ۔ الائچی یا کوئی خوشبودار چیز منہ صاف کرکے پابندی سے کھا لیا کریں تو ایک کراہت رہ جائیگی ۔ اور اگر حقہ پینا کسی مرض کی وجہ سے بطور دوا تا بقاء مرض ہو تو جائز ہے ۔ لیکن اگر حقہ میں کوئی نشہ کی صورت ہو جائیگی تو حرام ہوگا ۔ جیسے چرس وغیرہ پیا جائے ۔ یہی بات سگریٹ ۔ بیڑی سگار میں ہے ۔ حقّہ اگر گندہ اور سڑا ہوا ہوگا تو زیادہ کراہت ہوگی ۔ واللہ اعلم ۔

ع ۹ اگر صرف اتنا ہی کہتا ہے ۔ کہ یہ میری چیز مسجد میں دے دینا ۔ تو یہ اس شخص کو جس نے کہا ہے ۔ دینے کا وکیل بنانا ہے ۔ جب وہ مسجد کے متولی یا منتظمہ کمیٹی کے سپرد کر دے گا ۔ اس کی نہ رہے گی ۔ اور جب تک نہیں سپرد کرے گا ۔ مالک کی ہے دے گا ثواب لے گا ۔ ورنہ نہیں ۔

اور اگر یہ لفظ کہتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ چیز مسجد میں دے دینا تو پھر یہ وصیت ہوگی ۔ اور وہ شخص وصی کہلائیگا جب اچھا ہوگا تو اس کو اختیار ہے ۔ کہ وصیت باقی رکھے یا منسوخ کر دے اور اگر مر گیا تو یہ اگر کل ترکہ کی تہائی $\frac{1}{3}$ کے برابر یا کم ہے تو دینا واجب ہے ۔ اور اگر زائد ہے تو جس قدر زائد ہے تو وہ بغیر وارثوں کی اجازت کے نہیں دی جا سکتی اور اجازت بالغ سے لی جا سکتی ہے اگر کوئی نابالغ بھی وارث ہے ۔ تو پھر زائد دینا درست نہیں ۔ واللہ اعلم ۔

جمیل احمد تھانوی

مسئلہ ۱ ایک آدمی نماز وتر میں اس وقت آ کر شامل ہوا ۔ جب کہ پیش امام دعائے قنوت پڑھ رہا ہو ۔ یعنی تکبیر کے بعد ۔ کیا باقی نماز وہ آدمی کس طرح ادا کرے گا ۔

الجواب مبسملاً و محمداً و مصلیاً و مسلماً

دعائے قنوت امام کے ساتھ پڑھ لے اور بعد میں نہ پڑھے اور اگر تیسری رکعت کے رکوع میں شریک ہوا ۔ تو امام کا پڑھنا کافی ہے ۔ پھر کہیں نہ پڑھے درمختار میں ہے واما المسبوق مع امامہ فقط ويصير مدركا بادراك ركوع الثالثة ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جمیل احمد تھانوی

سوال ۱ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اپنے فرزند ارجمند کو کوڑے مارنا بالتفصیل تحریر فرمائیں ۔

ع ۲ جانوران کو اختہ کرانا جائز ہے ۔ یا گناہ ؟ مفصل روشنی ڈالی جاوے ۔

الجواب مبسملاً و محمداً و مصلیاً و مسلماً

حضرت عمرؓ کے بیٹے ابوشحمہ کا جو قصہ عام طور سے لوگ بیان کر دیتے ہیں ۔ وہ صحیح نہیں اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث موضوعہ میں اس کو نقل کرکے بتایا ہے کہ یہ موضوع (بے اصل) ہے ۔ اس کی سند میں مجہول لوگ ہیں اور دارقطنی نے کہا ہے کہ ابوشحمہ کے قصہ میں مجاہد کی روایت ابن عباسؓ سے صحیح نہیں اور عبدالقدوس بن الحجاج نے صفوان سے انہوں نے حضرت عمرؓ سے جو روایت کی ہے تو عبدالقدوس حدیث وضع کیا کرتے تھے اور صفوان اور حضرت عمرؓ کے درمیان کئی راوی ہیں

اس بے اصل روایت میں زنا کرنا اور حضرت عمرؓ کا درّے لگانا ان کا مرجانا باقی درّے قبر پر لگانا بیان ہے ۔ یہ تو بے اصل ہے ۔ المصنوعہ میں جس قدر قصّہ ثابت ہے وہ اس طرح نقل ہے کہ زبیر بن بطار اور ابن سعد وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے بیٹوں میں سے عبدالرحمٰن اوسط جنکی کنیت ابوشحمہ تھی ۔ مصر میں غازی کی صورت میں گئے ۔ وہاں ایک رات نبیذ (کھجور پڑا ہوا پانی جس میں نشہ آ گیا تھا) پی لی ۔ آپ محلہ میں آئے اور حضرت عمرو بن العاص کے پاس پہنچے کہ مجھ پر حد لگاؤ انہوں نے تامل کیا تو بولے میں جب جاؤں گا ۔ والد صاحب سے کہہ دونگا ۔ انہوں نے حد ان کے گھر کے اندر لگا دی اور باہر نہیں لگائی ۔ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو ان کو ملامت کی اور فرمایا جو سب مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہو وہ اسکے ساتھ کیوں نہیں کیا ۔ پھر جب حضرت عمر آئے پھر حد لگائی ۔ مگر پھر اتفاقاً یہ ہوا کہ وہ بیمار ہوئے اور مر گئے

ع ۲ جائز ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی یعنی اختہ بکرے کی قربانی کی ہے یہ جواز کی دلیل ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جمیل احمد تھانوی

بچوں کا صفحہ

فلم بینی

(از جناب محمد خالد زماں صاحب غوری)

بچو! آج مَیں موجودہ دور کی سب سے بُری اور گمراہ کُن تفریح کے متعلق کچھ بتانا چاہتا ہوں - اُمید ہے کہ تم اس مضمون کو پڑھ کر آئندہ کے لئے توبہ کروگے- اور اپنے پیارے اور سچے مذہب اسلام کی برتری کے لئے کوشاں ہو جاؤ گے- جو حقیقت میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت دونوں کے لئے مفید ہے- جو اچھے بچے ہیں وہ ہمیشہ اچھا کام کرتے ہیں- اس لئے فلم دیکھنا اچھے بچوں کا شیوہ نہیں-

یہ حقیقت ہے کہ انسان بُرائی کی طرف (زیادہ مائل ہوتا ہے اور نیکی کی طرف) کم - آج کل ہر ایک کی زبان پر یہی فقرہ ہے کہ کیا فلم دیکھنی مفید ہے یا بُری ؟ بُرے طبقے کے لوگوں کو نکال کر باقی سب کے خیال میں فلم دیکھنی بُری ہے- فلموں میں محبت - عشق - لوٹ مار - شراب پینے - جُوا کھیلنے اور چوری کے مناظر کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا - چنانچہ ان چیزوں کو یکجا کرکے پیش کرنے کا نام فلم ہے- اور یہی چیزیں ہمارے پروردگار اور پیارے نبیؐ نے منع فرمائی ہیں- اس سے ظاہر ہوا کہ فلم دیکھ کر سوائے نقصان اور بُری عادتوں کے اور کچھ حاصل نہیں کر سکتے-

یہی بُری عادتیں آج ہم اپنے بچّوں میں دیکھ رہے تھے- کہ وہ انہی ایکٹروں کی طرح اپنے آپ کو بھی ایکٹر تصوّر کرتے ہیں - اور ہمیشہ بن ٹھن اور اپنے بناؤ سنگار میں مصروف رہتے ہیں- اور اسلام کے متعلق کچھ علم نہیں-

یہی حال ہماری بچّیوں کا ہے وہ بھی اپنے آپ کو انہی ایکٹرسوں کی طرح خیال کرتی ہیں- اور ان جیسے رنگ برنگے اور خوبصورت لباس پہنتی ہیں - ان ہی کی طرح رقص کرتی ہیں - ان کو پوچھنے والے کوئی والدین ہی نہیں رہے- لیکن جب اس قسم سے بچّے اور بچیوں کے والدین فلم دیکھنے میں بُرائی محسوس نہیں کرتے تو وہ ان کی کیسے اصلاح کر سکتے ہیں-

فلم بینی خاص کر طالب علموں کے لئے بہت نقصان دہ اور تباہ کن ہے- جب کوئی طالب علم فلم دیکھ کر آتا ہے - تو اس کے دماغ میں یہی بُرے مناظر گھوم رہے ہوتے ہیں - لیکن انسان کیونکہ بُرائی کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے - اس لئے وہ ان سب بُری عادتوں کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں- اور ہر وقت انہی بُرے خیالات میں مگن رہتے ہیں- رفتہ رفتہ اُن کا خیال پڑھائی سے ہٹ جاتا ہے- جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آوارہ بن جاتے ہیں - اور شریف والدین کو بدنام کرتے ہیں-

اگر تم سچے مسلمان بچے ہو- تو خود ہی فیصلہ کر لو- کہ ایک طرف تو ہمارے پروردگار اور پیارے نبیؐ نے شراب - جُوا - چوری اور لُوٹ مار کو منع فرمایا ہے - اور دوسری طرف فلموں میں ان پر عمل کرنے کو کہا جاتا ہے اس لئے یقیناً پہلا فرمان سچّا اور ہماری بھلائی کے لئے اور دُوسرا یقیناً غلط اور تباہ کن ہے- یہ تو صرف انگریزوں (جو کہ اسلام کے بدترین دشمن تھے) کا بتایا ہُوا راستہ ہے- اور تم اس پر عمل کر رہے ہو- خدا کو بھول گئے ہو اللہ تعالےٰ نے کئی بار نماز کی تاکید فرمائی ہے - لیکن اس پر کوئی عمل نہیں کرتے - موذن تم کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے - حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ ط حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ ط (نماز کے لئے آؤ - نماز کے لئے آؤ) حَیَّ عَلَی الْفَلَاح ط حَیَّ عَلَی الْفَلَاح (کامیابی کے لئے آؤ - کامیابی کے لئے آؤ) لیکن اُس کی آواز کوئی نہیں سنتا - میرے عزیز بچّو سنیما گھروں کو مت آباد کرو - مساجد ویران پڑی ہیں وہاں جاؤ اور انہیں آباد کرو- جو صحیح اور سچّا راستہ ہے اللہ تعالےٰ کا عذاب بہت سخت ہے- اُس کو تمہاری بُری عادتیں اور فلمیں نہیں روک سکتیں - بلکہ اس کو صرف نماز اور اچھے اعمال روک سکیں گے - اس بربادی اور نقصان سے بچو- جو خُدا کے عذاب کو ٹھنڈا نہیں کر سکتے - میری دلی دُعا ہے - کہ تم سب کو اللہ تعالےٰ اس بُری عادت سے بچائے - اور اسلام کے صحیح راستے پر ڈال دے- جو یقیناً ہم سب کے لئے کامیاب اور صحیح راستہ ہے - اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اُس کے اور اُس کے عالی شان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے احکام پر عمل کریں۔ اور انہیں دُور دُور تک پھیلا دیں -

---

توکّل بر خُدا

(از جناب حکیم حافظ مُحمّد یوسف صاحب چغتائی ایڈیٹر الشفاء کھروڑ پکّا)

ایک بار حضرت اویسؓ باصفا
عاشقِ نادیدہ خیر الوریٰ
تین دن سے آپ تھے بے آب و نان
نوش فرمائی نہ تھی کچھ بھی غذا
گھر سے باہر لے چلے تشریف آپ
پیش آیا راہ میں اِک ماجرا
اِک درم رکھا ہے فرشِ خاک پر
اس کے مالک کا نہیں کچھ بھی پتا
پھر خیال آیا یکایک آپ کو
جیب سے شاید کسی کے گر پڑا
چھوڑ کر آگے بڑھے حضرت اویسؓ
گھاس کھا کر پیٹ بھرنا ہے روا
چلتے چلتے آپ کچھ پہنچے جو دُور
سامنے اِک بھیڑیا دیکھا کھڑا
مُنہ میں اِک روٹی لئے ہے گرم گرم
لا کے اُس نے سامنے میرے کہا
آپ ہیں کس سوچ میں حضرت اویسؓ
مجھ کو بھی اللہ نے پیدا کیا
ہے کسی کی ملک یہ روٹی نہیں
رازقِ عالم نے یہ کی ہے عطا
رکھ لی روٹی جو اُٹھا کر آپ نے
بھیڑیے کا پھر نہ واں پایا پتا

ایڈیٹر ——— عبدالمنان چوہان

شرح چندہ } سالانہ — بارہ روپے ۱۲ ✤ ششماہی — سات روپے ✤ سہ ماہی — ساڑھے تین روپے

شرح اشتہارات

آخری صفحہ ۴ روپے فی انچ سنگل کالم، ✤ اندرون ۳ روپے فی انچ سنگل کالم،

فہرست مطبوعات مفت طلب فرمائیں

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔